شمعِ اُردو

ଶମାଏ ଉର୍ଦ୍ଦୁ

IZYXHR

آٹھویں جماعت
ଅଷ୍ଟମ ଶ୍ରେଣୀ

(ପ୍ରଥମ ଭାଷା)

اڈیشا اسکول تعلیمی پروگرام اتھاریٹی،
بھوبنیشور

محکمہ تعلیم اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم،
اڈیشا، بھوبنیشور

ବିଦ୍ୟାଳୟ ଓ ଗଣଶିକ୍ଷା ବିଭାଗ, ଓଡ଼ିଶା ସରକାର

شمعِ اُردو

(آٹھویں جماعت کے لیے)

مجلس ادارات

☆ ڈاکٹر حفیظ اللہ نیول پوری (ریویور)

☆ سید منظور احمد قاسمی

☆ مولوی محمد مطیع اللہ نازش

☆ ڈاکٹر کرامت علی کرامت

☆ سید فضلِ رسول

نظر ثانی کنندگان:

☆ ڈاکٹر شیخ مبین اللہ

☆ سید غلام صمدانی

☆ محمد ضیاء اللہ

کوآرڈی نیٹر : ڈاکٹر تلوتّما سیناپتی

ڈاکٹر سبیتا ساہو

ناشر : محکمۂ اسکول و تعلیمِ عامّہ، اڈیشا سرکار

سن اشاعت : 2010
2019

ترتیب : محکمۂ تعلیمِ اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم، اڈیشا، بھوبنیشور

اور

ادارۂ نشر و اشاعت برائے کتبِ تعلیم و تدریس صوبۂ اڈیشا، بھوبنیشور

مکتبہ : درسی کتاب چھپائی و فروخت، بھوبنیشور

پیش لفظ

اب تک اڈیشا میں آٹھویں درجہ کے طلباء کے لیے اردو کی درسی کتاب مہیا نہیں تھی ،جس کی وجہ سے طلباء بہت ساری پریشانیوں کا سامنا کرتے تھے۔ بروقت کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے طلباء کے علاوہ اساتذہ اور والدین سبھی فکرمند رہا کرتے تھے۔اس کا براثر طلباء کے امتحانات کے نتائج پر بھی پڑتا تھا۔ ہمیں عام طور پر دوسرے صوبوں کی کتابوں پر منحصر کرنا پڑتا تھا اور پھر اردو خواں طلباء اڈیشا کے شعراء و ادباء کی تخلیقات ، یہاں کے مجاہدین آزادی کے سوانحی حالات نیز یہاں کی تہذیب وثقافت اوراسی طرح کی دیگراہم معلومات سے ناواقف رہا کرتے تھے۔

یہ پہلا موقع ہے کہ بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن ،اڈیشا، نے چند تجربہ کار اساتذہ پر مشتمل ایک مجلس ادارات قائم کی اوراس مجلس ادارات نے بہت سوچ سمجھ کر آٹھویں جماعت کے لیے اسباق کا انتخاب کیا ہے۔ یہ کتاب مرکزی حکومت کی این سی ایف ۲۰۰۵ء اور ریاستی حکومت کی ایس سی ایف ۲۰۰۷ء کی ہدایت کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ یہ درسی کتاب بچوں کی اسکولی زندگی کو خوشگوار بنانے میں بے حد مؤثر ثابت ہوگی۔نصابی بوجھ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے نصاب سازوں نے مختلف سطحوں پر معلومات کی فراہمی اور طلباء میں تخلیقی صلاحیت کو ابھارنے کی غرض سے بچوں کی نفسیات اور درس و تدریس کے لیے دستیاب پریڈ پر سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی ہے۔اس مخلصانہ کوشش کو مزید بہتر بنانے کے لیے یہ درسی کتاب سوچنے اور محسوس کرنے ،چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بحث ومباحثہ کرنے اور عملی سرگرمیوں میں حصہ لینے کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب طلباء کے لیے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔اس بات کے اخیر میں مشقیں جدید انداز کی درج ہیں جو طلباء کو ذہن کو وسعت عطا کریں گی۔اس درسی کتاب کی تیاری میں جن اساتذہ نے حصہ لیا ہے،ہم ان کے اوران کے متعلقہ اداروں کے بھی شکرگزار ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ زیرنظر کتاب اردو زبان کی بنیادی ضروریات اور مقاصد کو پورا کرے گی۔اردو کی یہ کتاب پہلی مرتبہ اڈیشا میں مرتب کی گئی ہے۔جس کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔لہذا ہم آپ کے ہر مفید مشورے کا خیرمقدم کریں گے۔

ڈائرکٹر

محکمۂ تعلیمِ اساتذہ اورصوبائی وتربیتی ادارہ برائے تعلیم ،اڈیشا، بھوبنیشور

فہرست

تفصیلی مطالعہ

نثر:

نمبر	موضوع	مصنف	صفحہ
1	ماحولیاتی تحفظ	(ادارہ)	01
2	تندرستی	(ادارہ)	07
3	روبوٹ	(این سی ای آر ٹی)	10
4	گاندھی جی کا خط بیٹے کے نام	(این سی ای آر ٹی)	14
5	ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام	(این سی ای آر ٹی)	19
6	ہندوستان میں بچوں کی مزدوری	(ادارہ)	24
7	اڈیشا	(ادارہ)	28
8	امن اور عدم تشدد	(ادارہ)	33

نظم

نمبر	موضوع	مصنف	صفحہ
9	خواہشیں	(افسر میرٹھی)	37
10	بہار کی دوپہر	(جوشؔ ملیح آبادی)	40
11	ہمارا اڈیشا	(خالد رحیم)	44
12	حبِ وطن	(الطاف حسین حالؔی)	49
13	مزدور	(سیماب اکبرآبادی)	52
14	سلطان ٹیپو کی تلوار	(امجد نجمؔی)	55
15	مژدۂ امن	(سعید اختر)	58
16	سیتا جی کی آہ وزاری	(سرور جہاں آبادی)	61

غیر تفصیلی مطالعہ

17	رحمت عالم حضرت محمد ﷺ	(ادارہ)	64
18	کاشت کاری	(ادارہ)	71
19	پڑوسیوں سے حسنِ سلوک	(ادارہ)	74
20	کھدر کا کفن (خواجہ احمد عباس)	(ین سی ای آرٹی)	77
21	خدمتِ خلق	(ادارہ)	81
22	کھیلوں کی کہانی	(ادارہ)	85
23	دھرما کی قربانی (محمود بالیسری)	اڈیشا کی لوک کہانی	90

☆☆☆

تمہید

2005ء NCF کے اصولوں کے تحت ''شمع اردو'' (برائے درجۂ ہشتم) 2011ء عیسوی کی پہلی اشاعت میں املا اور جملوں کی ساخت اور ترتیب میں جو اشاعتی غلطیاں رہ گئی تھیں SCERT کی ایما پر نظر ثانی کے بعد اس اڈیشن میں ان اشاعتی خامیوں کی تصحیح کردی گئی ہے۔

اب چونکہ آٹھویں جماعت کو سکنڈری سطح سے نکال کر پرائمری سطح میں مدغم کر دیا گیا ہے لہذا امید کی جاتی ہے کہ یہی کتاب آٹھویں جماعت کے طلباء و مدرسین کے لیے موزوں اور سودمند ثابت ہوگی۔

اس سلسلہ میں ہم SCERT کے شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے اس کی طرف خاص توجہ دلائی ہے۔

محکمۂ تعلیمِ اساتذہ اور صوبائی وتربیتی ادارہ برائے تعلیم، اڈیشا، بھوبنیشور

پیش گفتار

ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں سکنڈری اسکول کی سطح پر اردو بطور مادری زبان پڑھائی جارہی ہے۔اڈیشا کے درسی نصابوں میں جو اردو کتابیں شریک نصاب رہی ہیں ان کی اشاعت صوبے سے باہر ہوتی رہی ہے جس سے یہاں کے ماحول سے باہر کی چیزیں زیر مطالعہ آتی رہی ہیں۔اڈیشا میں اہلِ اردو کے اسرار اور مقامی ماحولیات کے مطالعہ کے لیے پیش نظر درسی کتاب ''شمع اردو'' میں طلباء کی عمر اور ان کی ذہانت کے پیش نظر اس اولین درسی کتاب میں ایسے مضامین شریکِ نصاب کیے گیے ہیں جن کے مطالعہ سے ذہانت کے در وا ہوتے ہیں، حب الوطنی کا جذبہ فروغ پاتا ہے اور طلباء کا زبان سے ادب کی طرف رجحان بالیدہ ہوتا ہے۔پیشِ نظر کتاب میں طلباء کی عمر اور ان کی قوت فہم اور نفسیات کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے۔اردو کے اہم قلم کاروں کی نگارشات پیش کی جارہی ہیں۔توقع ہے

کہ اڈیشا کی اس اولین اردو درسی کتاب کا اساتذہ اور طلبا میں خیر مقدم کیا جایے گا۔

NCF-2005 اور SCF-2007 کے مرتبہ اصولوں کے تحت ماحولیات، ہندوستان میں بچوں کی مزدوری، امن عالم اور حب الوطنی پر مضامین شریکِ اشاعت کیے گیے ہیں۔''شمع اردو'' میں خاص طور پر ایسے مضامین کا انتخاب عمل میں آیا ہے جن سے طلبا اور طالبات میں مختلف موضوعات کے مطالعہ کی امنگ پروان چڑھی ہے۔

پیشِ نظر کتاب میں شعر وادب کے تفصیلی مطالعہ کے ساتھ غیر تفصیلی مطالعہ کے لیے بھی مواد فراہم کیے گیے ہیں۔

☆☆☆

ماحولیاتی تحفظ

J18TJE

جہاں ہم رہتے سہتے ہیں اس کے اردگرد کی چیزوں کو ماحول کہا جاتا ہے۔ اگر ہمارے گھر، گاؤں، شہر وغیرہ کا ماحول آلودہ اور پراگندہ ہو تو اس سے ہماری صحت متاثر ہوتی ہے۔ ماحول میں طرح طرح کی بیماریاں پھیلتی ہیں تو ہماری زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس لیے ہمیں ماحول کی پراگندگی کے بارے میں جانکاری حاصل کرنا ضروری ہے۔ ماحول کی غلیظ اور زہریلی چیزوں سے صحت پر برے اثرات پڑتے ہیں، ان چیزوں کی موجودگی کو ماحول کی آلودگی کہا جاتا ہے۔ یہ آلودگی زہریلی گیس، شعاع ریزی، اور تیز و بے ہنگم آواز کی شکل میں نمودار ہو سکتی ہے۔ جہاں سائنس نے ہماری سہولتوں اور روزمرہ زندگی کی ضرورتوں کے لیے بہت سی نعمتیں ایجاد کی ہیں، وہیں انسان کی زندگی کے لیے خطرات بھی پیدا کر دیے ہیں۔ ماحول کی آلودگی انسانی جسم و جان کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ماحول کی آلودگی کے خطرات سے آج پوری دنیا کانپ رہی ہے۔ یہ ماحول کی آلودگی ایٹمی جنگ سے بھی زیادہ کن اور خطرناک ہے۔

آج کے زمانے میں انسانی ضرورتیں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ معاشی ترقی کے لیے صنعت و حرفت کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے بڑے اور چھوٹے شہروں کے علاوہ قصبوں اور دیہاتوں کی ہواؤں میں ان گنت پیٹرول اور ڈیزل گاڑیوں اور کارخانوں سے نکلنے والے کئی طرح کے زہریلے مواد اور گیسوں کی بہتات ہے۔ جہاں بھی ہوا اور پانی میں صحت کو نقصان پہنچانے والے مادّوں اور گیسوں کی مقدار بہت زیادہ ہو وہاں لوگوں کی صحت پر برے اثرات کا پڑنا یقینی ہے۔ ان گیسوں کے اثر سے چہرے، آنکھیں اور دوسرے بیرونی اور اندرونی اعضاء بھی مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

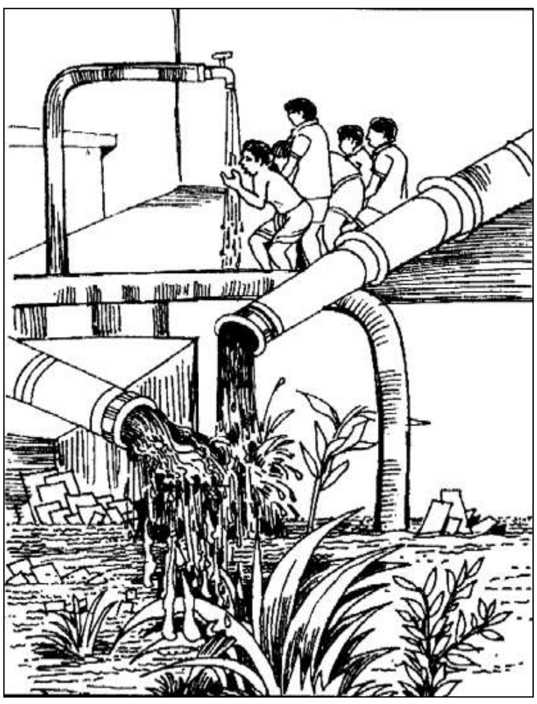

ایندھن کی فراہمی کے لیے بڑے پیمانے پر جنگلوں کے درخت کاٹے جانے لگے۔ لوہے اور اسٹیل کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، کپڑے اور شکر کی کمی کو پورا کرنے کے لیے فیکٹریاں قائم کی گئیں۔ ان میں لگی چمنیوں سے بھاری مقدار میں کاربن ڈائی اکسائڈ گیس دھوئیں کے ساتھ مل کر ہوا میں شامل ہونے لگی۔ فیکٹریوں کا زہریلا پانی ندیوں میں چھوڑا جانے لگا اور اس طرح پانی میں گندگی پھیلنے لگی۔ درختوں کے کٹنے کی وجہ سے مٹی کو زبردست نقصان پہنچا، کیوں کہ درختوں کی جڑیں مٹی کی محافظ تھیں۔ جگہ جگہ زمین کی کھدائی کے ذریعہ نئے نئے کارخانے بننے لگے۔ پانی کے تیز بہاؤ سے بھی زمین کٹنے لگی۔ بہت سے بڑے شہروں میں صاف پانی پینے کا انتظام نہیں ہے۔ یقیناً وہ آلودہ پانی پیتے ہیں اور طرح طرح کے امراض مثلاً ہیضہ، یرقان، ٹائفائیڈ، پیچش، دست وغیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پانی کی آلودگی سے مچھلیاں بھی متاثر ہوتی ہیں اور ان کو کھا کر انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ہوا کی آلودگی بھی انسان کی صحت کے لیے کافی خطرناک ہوتی ہے۔ کوئلے اور تیل کے جلنے پر کاربن ڈائی اکسائیڈ، سلفر ڈائی اکسائیڈ اور دھواں پیدا ہوتا ہے۔ یہ زہریلی گیسیں موٹر گاڑیوں سے بھی بڑی مقدار میں نکلتی ہیں۔ سلفر ڈائی اکسائیڈ کا سانس کی نلیوں، آنکھوں اور پھیپھڑوں پر خاصا برا اثر پڑتا ہے۔ بلکہ یہ گیس انسان کی صحت کے لیے انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ ۲ دسمبر ۱۹۸۴ء کو بھوپال میں ایک کھاد کمپنی سے زہریلی گیس کے خارج ہونے سے پوری فضا زہر آلود ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں افراد جو سوئے ہوئے تھے وہ موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے سو گیے۔ اسی طرح ایک اور الم ناک واقعہ ۴ دسمبر ۱۹۸۵ء کو دہلی میں رونما ہوا تھا۔ کوئلہ کے زیادہ جلنے سے جو زہریلی گیس پیدا ہوتی ہے اسے کاربن مونو آکسائیڈ کہتے ہیں۔ سگریٹ کے گاڑھے دھوئیں میں کاربن مونو آکسائیڈ بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے۔

یہ دھواں سگریٹ پینے والے خود آس پاس کے لوگ سانس کے ذریعے اپنے پھیپھڑوں میں اتار لیتے ہیں تو یہ صحت کے لیے نہایت مضر اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے ایسے علاقوں میں جہاں موٹر گاڑیوں سے کاربن مونو آکسائیڈ کافی مقدار میں نکلتا ہے اس کی وجہ سے دل کا دورہ پڑنے لگتا ہے۔

اگر کاربن ڈائی آکسایئڈ سے بچاؤ کی تدبیر نہیں کی گئیں، زمین پر درختوں کو کثرت سے نہیں لگایا گیا، جنگلوں کا کاٹنا بند نہیں کیا گیا اور کوئلہ، تیل اور دوسرے ایندھنوں کا بے جا استعمال اسی طرح ہوتا رہا تو دنیا میں شدید ماحولیاتی

خطرہ پیدا ہوسکتا ہے۔ زمین اپنی گرمی سورج سے حاصل کرتی ہے اور جو گرمی زمین حاصل کرتی ہے وہ انفرا ریڈ شعاعوں کے ذریعے اوپر کو لوٹا دیتی ہے۔ اسی طرح زمین اور فضا کے درجۂ حرارت کا توازن برقرار رہتا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کا تناسب بڑھتا رہا تو زمین جو گرمی اوپر کو لوٹا دیتی ہے وہ واپس نہیں جاسکے گی اور درجۂ حرارت رفتہ رفتہ بڑھتا رہے گا۔ اس صورت میں کاربن ڈائی اکسائیڈ ''گرین ہاؤس'' کا کام انجام دے گا اور اس کے اثرات کو ''گرین ہاؤس'' اثر کہتے ہیں۔ درجۂ حرارت میں اضافے کی وجہ سے انٹارک ٹیکا اور گرین لینڈ میں جہاں برف کی موٹی تہیں جمی ہوئی ہیں وہ تہیں پگھلنا شروع ہوجائیں گی۔ کچھ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اس طور پر اکیسویں صدی کے نصف یا آخیر تک درجۂ حرارت میں

اضافہ کی وجہ سے سمندر کی سطح کئی میٹر اونچی ہوجایے گی اور دنیا کے دوشہر جو ساحل کے کنارے آباد ہیں ڈوب جائیں گے۔

عموماً کہا جاتا ہے کہ تیسری جنگ عظیم پانی کے مسئلہ پر لڑی جایے گی، لیکن بڑھتی ہوئی فضائی کثافت کے سبب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالمی جنگ پانی کے لیے نہیں خشکی کے لیے لڑی جایے گی، دنیا کا درجۂ حرارت سال بہ سال بڑھ رہا ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ بحر شمالی پگھلنے لگا ہے اور سمندر کی سطح اونچی ہونے لگی ہے۔اس وقت بحر ہند میں ہمارا سب سے چھوٹا پڑوسی جزیرہ مالدیپ بڑھتے ہویے عالمی درجۂ حرارت کے سبب زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔چھوٹے چھوٹے ۱۱۹۲ جزیروں پر مشتمل مالدیپ کی سب سے اونچی زمینی سطح سمندر سے صرف ڈیڑھ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔اگر سمندر کی سطح اسی طرح بڑھتی رہی تو سب سے پہلے مالدیپ کے لگ بھگ تین لاکھ باشندے بے گھر ہوجائیں گے۔

ہوا کی ایک سطح اوزون نامی ایک گیس پر مشتمل ہے۔یہ گیس الٹراوائلٹ (بالا بنفشئی) شعاعوں کو زمین پر آنے سے روکتی ہیں۔اگر یہ شعاعیں روکی نہ جائیں تو یہ انسان کے چمڑے کو جلا دیں گی اور کینسر جیسی بیماری کا باعث بنیں گی۔ایک گیس کلوروفلوروکاربن ہے جس کا استعمال ریفری جریٹرس میں ہوتا ہے۔یہ گیس فضا میں مل کر اوزون گیس کی سطح میں چھید پیدا کرتی ہے۔اس چھید کی راہ سے الٹراوائلٹ شعاعیں زمین تک پہنچ کر انسان کو نقصان پہنچاتی ہیں۔کلوروفلوروکاربن کا استعمال ترقی یافتہ ملکوں میں کثرت سے ہورہا ہے۔اس کے نتیجے میں اوزون گیس پر برا اثر پڑتا رہا ہے، جس کی وجہ سے چمڑے کے کینسر میں اضافہ، زراعت کی پیداوار میں کمی اور ہوا کے درجۂ حرارت میں اضافہ ہورہا ہے۔اس سے زرخیز زمینوں کے بنجر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔اس طرح آئندہ سالوں میں ایشیا بھی قحط اور فاقے کا شکار ہوسکتا ہے۔

پالی تھین کی ایجاد انسان کی نئی ایجادات میں سے ایک ہے۔روز مرّہ کی وہ کون سی چیز ہے جس کو پالی تھین میں لایا نہیں جاتا؟ ان کو استعمال کرنے کے بعد لاپرواہی سے ادھر ادھر پھینک دیا جاتا ہے۔یہ گلیوں میں ہوا کے جھونکوں کے ذریعہ چاروں طرف بکھری پڑی رہتی ہے۔نہ مٹی میں گلتی ہے اور نہ پانی میں، بلکہ پالی تھین پانی میں ڈیڑھ سو سال تک بھی نہیں گلتی، جب اس کا ڈھیر کھاد کے ساتھ کھیتوں میں چلا جاتا ہے تو زرخیزی میں اضافہ ہونے کے بجائے اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔پالی تھین کی تھیلیوں کو جلانے سے خطرناک قسم کا دھواں پیدا ہوتا ہے، جو ہوا میں مل جاتا ہے۔جب ہم سانس لیتے ہیں تو سانس لینا دوبھر ہوجاتا ہے۔کبھی کبھی تو اس کے دھوئیں میں سانس لینے سے انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے۔حلانکہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے وسائل کا بڑے پیمانے پر استعمال ضروری ہے، پھر بھی اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ زمین، پانی اور ہوا کو آلودگی سے بچایا جایے۔ورنہ سب کی جان خطرے میں ہے۔

لہذا ماحولیاتی تحفظ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے، جس کا ہر شخص کو لحاظ رکھنا چاہیے۔ (ادارہ)

معنی یاد کیجیے:

پراگندگی : پریشانی، انتشار، گندگی
غلیظ : گندہ
تباہ کن : برباد کرنے والا
یرقان : ایک مرض جس میں جسم، آنکھیں اور چہرے زرد ہو جاتے ہیں
مضر : نقصان پہنچانے والا
کثافت : گاڑھا پن
کشمکش : کھینچا تانی
غرقاب : پانی میں ڈوبا ہوا
قحط : کال، خشک سالی

سوچیے اور بتائیے:

(۱) ماحول کسے کہتے ہیں اس سے ہماری صحت کس طرح متاثر ہوتی ہے؟
(۲) پیٹرول اور ڈیزل کے دھوئیں سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں؟
(۳) کاربن ڈائی آکسائیڈ اور زہریلے پانی سے کیا نقصان ہوتا ہے؟
(۴) ہوا کی آلودگی کن چیزوں سے ہوتی ہے اور وہ کس طرح ہماری صحت کو متاثر کرتی ہے؟
(۵) کس سن میں بھوپال میں زہریلی گیس کا اخراج ہوا تھا؟ اس سے کیا نقصان ہوا؟
(۶) کاربن مونو آکسائیڈ کسے کہتے ہیں؟ اس کے نقصانات کیا ہیں؟
(۷) کاربن ڈائی آکسائیڈ کے نقصانات سے بچاؤ کی کیا تدبیریں ہیں؟
(۸) ہوا کا درجۂ حرارت کب بڑھ جاتا ہے؟ اس سے کیا نقصان ہوتا ہے لکھیے۔

(۹) بحرِ ہند میں کون سا جزیرہ سخت خطرے میں ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

(۱۰) الٹراوائلٹ شعاعوں کو زمین پر آنے سے کون سی چیز روکتی ہے؟ اگر اسے نہ روکا گیا تو اس سے کیا نقصان ہوگا؟

(۱۱) پالی تھین سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں لکھیے۔

(۱۲) کون سی چیز اوزون گیس کو متاثر کرتی ہے اور اس چیز سے کیا نقصان ہوگا؟ لکھیے۔

(۱۳) (الف) واحد بتائیے:

قصبات، خطرات، اثرات، نقصانات، امراض، افراد

(ب) کسی لفظ کے اخیر میں ''ت'' اور اس کے پہلے کے حرف پر زبر ہو تو وہ لفظ عموماً مؤنث ہوتا ہے مثلاً ''ضرورت''۔ یہاں آخری حرف ''ت'' اور اس کے پہلے کے حرف ''ر'' پر زبر ہے۔ اس لیے یہ لفظ مؤنث ہے۔ آپ نے ابھی جو مضمون بڑھا ہے، اس میں اسی قسم کے پانچ الفاظ نکالیے اور اپنی کاپی میں لکھیے۔ یاد رکھیے، لفظ 'شربت' اس قانون سے مستثنیٰ ہے یعنی ''میٹھا شربت'' کہا جاتا ہے ''میٹھی شربت'' نہیں۔

(ج) خالی جگہوں کو پر کیجیے:

...............کو بھوپال میں ایک کھاد کمپنی سے ....کے خارج ہونے سے ....فضا ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ....جو سوئے ہوئے تھے وہ ....میں ہمیشہ کے لیے ....ایک اور ....واقعہ کو دہلی میں ....ہوا تھا۔

(د) جس مؤنث اسم کے آخر میں یائے معروف ''ی'' ہو اس کے آگے ''اں'' بڑھانے سے جمع بن جاتی ہے مثلاً لڑکی سے ''لڑکیاں'' اسی طرح ''اں'' استعمال کر کے ذیل کے الفاظ کی جمع لکھیے۔

نیکی۔ بالی۔ سیپی۔ بیٹی۔ مچھلی۔ چوڑی

(۱۴) سیاق وسباق کے ساتھ تشریح کیجیے:

(الف) جہاں سائنس نے ہماری سہولتوں اور روزمرہ زندگی کی ضرورتوں کے لیے بہت سی چیزیں ایجاد کی ہیں، وہیں انسان کی زندگی کے لیے خطرات بھی پیدا کر دیے ہیں۔

(ب) حالانکہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے وسائل کا بڑے پیمانے پر استعمال ضروری ہے، پھر بھی اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ زمین، پانی اور ہوا کو آلودگی سے بچایا جائے۔

تندرستی

دنیا میں وہی انسان طاقتور اور کامیاب ہے جسے تندرستی کی نعمت حاصل ہو۔ اگر تندرستی حاصل نہ ہو انسان زندگی کی لذت حاصل نہیں کرسکتا ہے، بلکہ زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ گھر میں بے انتہا دھن دولت ہونے کے باوجود زندگی کی تمام بہاروں سے وہ محروم رہتا ہے۔ صحت مند آدمی زندگی کے ہر میدان میں کامیاب اور کامران نظر آتا ہے۔ اس کے چہرے پر بشاشت نظر آتی ہے۔

تندرستی کے بغیر جسم کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ کام کرنے سے دل اکتا جاتا ہے۔ مزاج میں چڑچڑا پن آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا کی ساری رنگینیوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ہر دور میں تندرستی کو اہمیت دی گئی ہے۔ دنیا کی تمام مذہبی کتابوں میں اس پر زور دیا گیا ہے۔ موجودہ تعلیمی نظام میں حکومت کی جانب سے کھیل کود اور ورزش کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ ڈریل کا ہفتے میں صرف ایک پریڈ متعین ہوتا ہے۔ اسکے لیے تمام اسکولوں میں پی۔ ای۔ ٹی (فزیکل ایجوکیشن ٹیچر) کا تقرر ہوا ہے، جو کھیل کود کے نت نئے ہنر اور طریقے بچوں کو سکھلاتے ہیں۔ اس سے بچوں کے دلوں میں کھیل کود کے ساتھ ساتھ مقابلے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کھیل کود کے ذریعہ جسم سے پسینہ خوب بہتا ہے، کھانا ہضم ہوتا ہے اور بدن میں چستی پیدا ہوتی ہے۔ پھر پڑھائی لکھائی میں بچوں کا جی لگتا ہے۔ ورزش اور کھیل کود سے ذہن کشادہ اور جسم مضبوط ہوتا ہے۔

تندرستی کے لیے اچھی غذا مثلاً دودھ، مکھن، گھی، گوشت، مچھلی اور انڈے وغیرہ کا استعمال لازمی ہے۔ اس کے علاوہ سبزیوں اور پھلوں کا بھی کافی مقدار میں کھانا چاہیے۔ مگر ماہرین صحت کے مطابق بازاروں میں کھانے کی

چیزیں کھلی رکھی رہتی ہیں ان سے اور نشیلی اشیا اور تمبا کو سے پرہیز کرنا چاہیے۔اسی طرح استنجا سے فراغت کے بعد اور کھانا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو صابن سے اچھی طرح دھونا چاہیے۔فکر وتردد کی بجایے ہر وقت خوش وخرم رہنا چاہیے۔وقت پر کھانا کھانا، اور سونا چاہیے۔اگر نیند پوری نہ ہو تو طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔ تندرستی کے لیے اپنے بدن کی صفائی ضروری ہے۔اس کے علاوہ گھر کی صفائی اور گھر کے چاروں اطراف کی صفائی بھی لازمی ہے، جس کے بغیر صحت بگڑ جاتی ہے اور آدمی بیمار پڑ جاتا ہے۔اسی طرح اسکول اور ہاسٹل کا ماحول بھی صاف ستھرا ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک صحت کا تعلق ہے، وہ طہارت، صفائی اور پاکیزگی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ایک ایسا شخص جو پابندی سے غسل نہ کرے، صاف ستھرے کپڑے نہ پہنے، پاک اور صاف آب و ہوا کو اہمیت نہ دے وہ کیسے صحت مند رہ سکتا ہے؟ اسی لیے تمام مذہبوں میں عموماً اور اسلام میں خصوصاً صفائی اور طہارت کو بلند مقام اور مرتبہ حاصل ہے بلکہ طہارت کو آدھا ایمان کہا گیا ہے۔اسی وجہ سے نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

زہریلی فضا سے صحت متاثر ہوتی ہے۔گھر کے اطراف پھولوں کے پودے اور درختوں کا ہونا ضروری ہے تا کہ تر و تازہ ہوا میسر ہوسکے۔یہ صحت کے لیے بے حد مفید ہے۔

موجودہ دور میں ٹی وی اگر زیادہ دیر تک دیکھیں تو اس سے آنکھیں اور دل و دماغ بری طرح متاثر ہوتے ہیں اور وقت بھی بہت ضائع ہوتا ہے۔بچوں کی تعلیم پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔

تندرستی کے لیے ضروری ہے کہ صبح سویرے اٹھا جایے۔ٹھنڈی اور تر و تازہ ہوا خوری کے لیے کھلے میدان میں چلا جایے۔ بلکہ روزانہ صبح ہر فرد کے لیے ٹہلنا صحت کے لیے بہت مفید ہے۔غرض کہ دنیا کی تمام نعمتیں حاصل کرنے کے لیے صحت اور تندرستی کے اسباب کی پابندی ضروری ہے تا کہ ہم زندگی کا صحیح لطف اٹھا سکیں۔

اسی لیے کہا جتا ہے:

''تندرستی ہزار نعمت ہے''

(ادارہ)

معنی یاد کیجیے:

اجیرن :	ناگوار
بشاشت :	خوشی، فرحت
متعین :	مقرر کیا ہوا، کسی کام پر لگا ہوا
جذبہ :	دل کا جوش
کشادہ :	کھلا ہوا، پھیلا ہوا
طہارت:	صفائی، پاکیزگی
جراثیم :	دو چھوٹے چھوٹے کیڑے جن سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں

سوچیے اور بتائیے:

(۱) دنیا میں کون کامیاب اور کامران رہتا ہے؟

(۲) جسم کا نظام کس وجہ سے درہم برہم ہو جاتا ہے؟

(۳) اگر تندرستی نہ ہو تو کون سا نقصان ہوتا ہے؟

(۴) بچوں میں کھیل کود کا ذوق کیوں پیدا کرنا چاہیے؟

(۵) تندرستی کے لیے کس قسم کی غذا ضروری ہے؟

(۶) کن چیزوں سے تندرستی پر برا اثر پڑتا ہے؟

(۷) مندرجۂ ذیل الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

کامران ۔ بے انتہا۔ طہارت ۔ درہم برہم۔ خوش وخرم

(۸) سیاق وسباق کے ساتھ تشریح کیجیے:

(الف) گھر میں بے انتہا دولت ہونے کے باوجود زندگی کی تمام بہاروں سے وہ محروم رہتا ہے؟

(ب) ”جہاں تک صحت کا تعلق ہے وہ طہارت، صفائی اور پاکیزگی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی“۔

(ج) ”گھر کے اطراف پھولوں کے پودوں اور درختوں کا ہونا ضروری ہے“۔

(۹) تندرستی کی اہمیت پر دس جملوں پر مشتمل ایک خط اپنے چھوٹے بھائی کو لکھ کر بتائیے۔

☆☆☆

روبوٹ

J1RKMP

کائنات کی مخلوقات میں انسان کو سب سے افضل، اشرف اور برتر تسلیم کیا گیا ہے۔ زبان کی وجہ سے اسے حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے۔ شعور کے سبب وہ سوچنے، سمجھنے، جاننے، پہچاننے اور تلاش وجستجو کی سب سے اچھی صلاحیت رکھتا ہے۔ تعلیمی، سماجی اور سائنسی ترقی انسان کی اسی قدرتی صلاحیت کا نتیجہ ہے۔ اس کی وجہ سے اسنے آسمان پر کمندیں ڈالی ہیں، سمندر اور زمین کی تہوں کو کھنگالا ہے، خلا میں پرواز کی ہے اور زندگی کو آسان وآرام دہ بنانے کے لیے طرح طرح کی جو ایجادات کر لی ہیں، ان میں سے ایک ''روبوٹ'' یعنی مشینی انسان کی ایجاد بھی شامل ہے۔

روبوٹ کی ابتداء خودکار کھلونوں سے ہوئی۔ انھیں دیکھ کر سائنس دانوں کے ذہن میں روبوٹ تیار کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ سب سے پہلے جو روبوٹ مشین استعمال میں آئی وہ کپڑا بننے والا کرگھا تھا، جس کی ایجاد فرانسیسی سائنس داں جوزف میری جیگوارڈ نے کی تھی۔ اس کے بعد اعدادی کنٹرول مشینیں بنائی گئیں۔ ان مشینوں کے ذریعے ایک طرح کی حرکت بار بار دہرائی جاتی تھیں۔

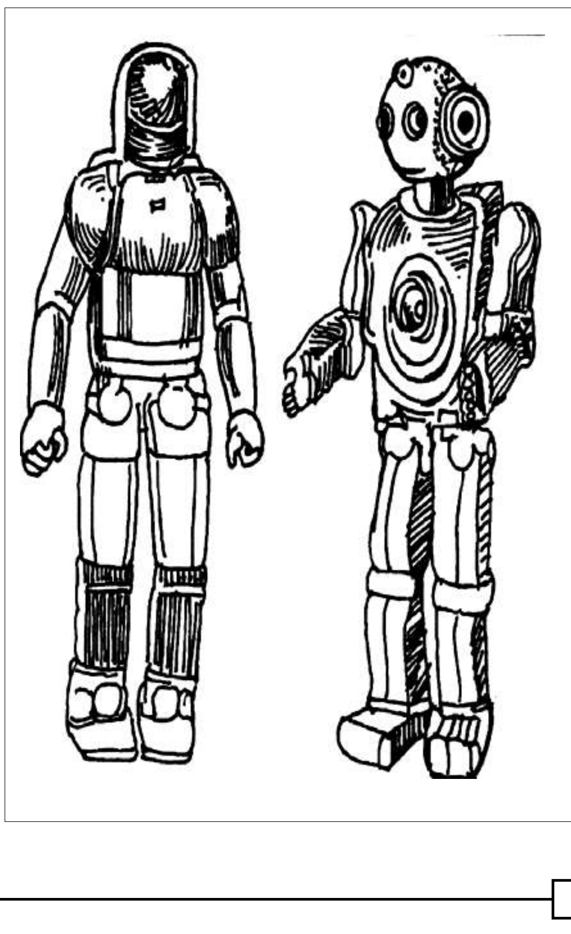

روبوٹ کا لفظ سب سے پہلے ۱۹۱۷ء میں کارل چپیک نے استعمال کیا۔ روبوٹ دراصل چیکوسلواکیا زبان کا لفظ ''ربوٹا'' کی بدلی ہوئی شکل ہے، جس کے معنیٰ ''نوکروں کا کام'' ہے۔

روبوٹ کی صلاحیت محدود ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے ایک ہی کام یا ایک ہی طرح کے چند کام انجام دیے جاسکتے ہیں۔ یہ ایک فعال مشین ہے جسے کمپیوٹر کنٹرول کرتا ہے۔ کمپیوٹر اسے جیسی ہدایات دیتا ہے وہ اسی طرح اپنا کام کرنے لگتا ہے۔ اسے جو ہدایات ملتی ہیں وہ انہیں اپنی یادداشت میں محفوظ کر کے ترتیب وار کام انجام دیتا رہتا ہے۔ ضرورت ہونے پر روبوٹ درجۂ حرارت اور فاصلوں کو

ناپنے کا کام بھی انجام دے سکتا ہے۔ کمپیوٹر کی طرح اس میں بھی لکھنے، پڑھنے اور تصویریں بنانے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے لیکن یہ انسان کی طرح سوچ سمجھ نہیں سکتا یا سوچ سمجھ کر زبان کا درست استعمال نہیں کرسکتا۔ یہ سمجھنا کہ روبوٹ انسان جیسا ہوتا ہے درست نہیں ہے۔ بعض روبوٹ انسان سے کئی گنا بڑے ہوتے ہیں اور انسا کے بغیر کام کرتے ہیں۔ خلا میں جو راکٹ انسان کے بغیر بھیجے جاتے ہیں ان میں نصب روبوٹ، ہدایت کے مطابق سارا کام انجام دیتے ہیں۔

ایسے روبوٹ جو ایک وقت میں مختلف کام کرتے ہیں، بہت مہنگے ہوتے ہیں۔ انھیں کارخانوں میں لگانے کے لیے بھاری رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔ ان کی قیمت ایک عام ملازم کی سالانہ تنخواہ سے دو یا تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔ روبوٹ ان کاموں کے لیے بے حد مفید ہیں جو ایک جیسے ہوں یا جنھیں بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ایک جیسے کاموں سے انسان میں بے زاری پیدا ہونے یا توجہ اِدھر اُدھر ہو جانے کے سبب کوئی بڑا حادثہ ہوسکتا ہے یا غلطی سرزد ہوسکتی ہے۔ روبوٹ کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ بے زار نہیں ہوتا، رات دن مسلسل کام کرنے پر بھی تھکتا نہیں اور اس کے ذریعے کیے جانے والے مقررہ کام میں کوئی خرابی یا تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان فیکٹریوں میں جہاں ایک جیسے کام انجام دیے جاتے ہیں یا پرزے جوڑے جاتے ہیں، روبوٹ کا استعمال بیحد کارگر ثابت ہوتا ہے۔ گھر میں روزمرہ کے کاموں کے لیے یہ زیادہ فائدہ مند نہیں ہے۔ سامان ادھر ادھر لے جانے، سخت محنت، طاقت اور انسان کی جان کو خطرہ پہنچانے والے کاموں کے لیے روبوٹ ہماری بڑی مدد کرتے ہیں۔ حادثات کی جانچ میں بھی یہ ہمارے کام آتے ہیں۔

ہر مشین کو روبوٹ نہیں کہا جا سکتا۔ مشین اور روبوٹ میں فرق ہے۔ روبوٹ صرف دائیں بائیں گھوم سکتا ہے یا ساکت کھڑا رہ سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ اپنا طے شدہ کام انجام دیتے ہیں۔ ایسے روبوٹ جو ٹی وی، فلموں یا ڈراموں میں نظر آتے ہیں، مصنوعی ہوتے ہیں۔ وہ انسان کی طرح چلتے پھرتے اور باتیں کرتے ہیں۔ فلمی روبوٹ دراصل انسان ہی ہوتے ہیں جو روبوٹ کا نقلی خول پہن کر محض اداکاری کرتے ہیں۔

روبوٹ انسان کے دماغ کی ایجاد کردہ مشین ہے۔ یہ ہمارے لیے پورے طور پر سودمند اور بھروسے کے قابل اسی وقت ہوسکیں گے جب ان میں اپنے طور پر معلومات فراہم کرنے اور سیکھنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جایے گی۔ اس سلسلے میں سائنس دانوں کی کوشش جاری ہیں لیکن فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ منزل ابھی دور ہے۔

بہ شکریہ ین سی ای آر ٹی

معنی یاد کیجیے:

کائنات	:	دنیا
مخلوقات	:	مخلوق کی جمع
افضل	:	سب سے اچھا
اشرف	:	عزت والا
حیوانِ ناطق	:	بولنے والا جانور، مراد: انسان
ایجادات	:	ایجاد کی جمع
خودکار	:	اپنے آپ کام کرنے والے
شعور	:	عقل، سمجھ، پہچان
اعداد	:	گنتی، شمار
جستجو	:	تلاش
محدود	:	مختصر
فعال	:	سرگرم
سودمند	:	فائدہ مند

سوچیے اور بتائیے

(۱) روبوٹ کس زبان کا لفظ ہے، اس کے کیا معنی ہیں؟

(۲) روبوٹ کا لفظ سب سے پہلے کس سائنس داں نے اور کب استعمال کیا؟

(۳) ایک عام مشین اور روبوٹ میں کیا فرق ہے؟

(۴) روبوٹ اپنا کام کس طرح انجام دیتا ہے؟

(۵) انسان اور روبوٹ میں کیا فرق ہے

صحیح جملوں پر (✔) اور غلط جملوں پر (X) نشان لگائیے۔

(۱) روبوٹ کی ابتداء خودکار کھلونوں سے ہوئی۔

(۲) روبوٹ کا لفظ سب سے پہلے 1915 میں کارل چیپک نے استعمال کیا۔

(۳) روبوٹ کی صلاحیتیں محدود ہوتی ہیں۔

(۴) روبوٹ ایک بے کار مشین ہے۔

(۵) ہر مشین روبوٹ نہیں ہوسکتی۔

(۶) روبوٹ کی بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ بے زار نہیں ہوتا۔

☆ نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے واحد لکھیے:

ایجادات۔ تجربات۔ ترقیات۔ ہدایات۔ حرکات۔ حادثات

☆ ذیل کے الفاظ مذکر ہیں یا مؤنث لکھیے اور انھیں جملوں میں استعمال کیجیے۔

ترقی۔ انسان۔ جستجو۔ ایجاد۔ آسمان۔ خلا۔ مشین۔ کاغذ۔ پرواز۔ خیال

☆ نیچے لکھی ہوئی ترکیبوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

خودکار۔ درجۂ حرارت۔ بے زار۔ فائدہ مند۔ ناخوش گوار

☆ لکھیے:

روبوٹ کے بارے میں دس جملے اپنے الفاظ میں لکھیے۔

☆ ذیل کے جملوں میں جہاں غلطیاں ہوں، انھیں ٹھیک کر کے لکھیے:

ایسے روبوٹ جو ایک وخت میں مختلف کام کرتے ہیں بہت مہنگے ہوتے ہیں۔

انھیں کارخانوں میں لگانے کے لیے بھاری بھرکم کھرچ کرنی پڑتی ہے۔

ان کی کیمت ایک آم ملاجم کی سالانہ تنکھا سے دو یا تین گنا جیادہ ہوتی ہے۔

☆ سیاق وسباق کے ساتھ ذیل کے جملوں کی تشریح کیجیے:

(الف) یہ سمجھنا کہ روبوٹ انسان جیسا ہوتا ہے درست نہیں ہے۔

(ب) فی الحال تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ منزل ابھی دور ہے۔

☆☆☆

گاندھی جی کا خط بیٹے کے نام

پری ٹوریا جیل

۲۵/ مارچ ۱۹۰۹ء

J21GPC

عزیز بیٹے ! خوش رہو

ہر ماہ ایک خط لکھنے اور ایک خط حاصل کرنے کا اختیار مجھے ملا ہے۔ اب میں خط لکھوں کسے؟ مسٹر ریچ کا، مسٹر پولک کا اور تمہارا خیال مجھے باری باری سے آیا، لیکن میں نے تمہیں ہی لکھنا پسند کیا۔ کیوں کہ مطالعہ کے وقت تمہارا ہی خیال مجھے برابر رہتا تھا۔

میرے بارے میں تم ذرا بھی فکر مت کرنا۔ خاص ہدایت کا اختیار مجھے نہیں ہے میں پوری طرح مطمئن ہوں۔

امید ہے کہ ''با'' اچھی ہوگئی ہوں گی ۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے کچھ خطوط یہاں آئے ہیں۔ لیکن وہ مجھے نہیں دیے گیے ۔ پھر بھی ڈپٹی گورنر کی رحم دلی سے مجھے معلوم ہوا کہ ''با'' کی طبیعت ٹھیک ہو رہی ہے۔ کیا وہ پھر سے چلنے پھرنے لگیں؟ ''با'' اور تم لوگ صبح دودھ کے ساتھ ساگودانہ برابر لے رہے ہوگے۔

اور اب تمہارے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا۔تم کیسے ہو؟ تم پر جو ذمہ داری میں نے ڈالی ہے تم اس کے واقعی قابل ہو اور خوشی کے ساتھ اسے نباہ رہے ہوگے۔ مجھے ایسی امید ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تم اپنی تعلیم سے مطمئن نہیں ہو۔ جیل میں، میں نے یہاں خوب پڑھا ہے۔ اس سے میں سمجھا ہوں کہ کتابی علم ہی اصل تعلیم نہیں ہے۔ سچا علم تو کردار سازی اور فرض سے آگاہی ہے۔

اگر یہ نقطۂ نظر درست ہے اور میرے خیال میں یہ بالکل ٹھیک ہے تو تم سچی تعلیم حاصل کر رہے ہو۔ آج کل تمہیں اپنی بیمار ماں کی خدمت کا موقع ملا ہے۔ رام داس اور دیوداس کو بھی سنبھال رہے ہوگے، اگر یہ خدمت تم اچھی طرح اور خوشی سے کرتے ہو تو تمہاری آدھی تعلیم تو اسی کے ذریعہ پوری ہو جاتی ہے۔

اُپ نیشدوں کی شرح میں لکھا ہے کہ پہلا آشرم یعنی برہم چریہ آشرم، سنیاس آشرم کے برابر ہے۔ اس کا مجھ پر گہرا اثر پڑا ہے۔ تفریح اور دل لگی صرف ایک خاص عمر تک ہی اچھی لگتی ہے۔ بارہ برس کی عمر کے بعد بچوں کو ذمہ داری اور اپنے فرض کا احساس ہونا چاہیے۔ انہیں اپنے فکر وعمل میں سچ اور اہنسا کے استعمال کی کوشش کرنا چاہیے اور یہ بوجھ سمجھ کر نہیں کریں۔ بلکہ یہ کام مسرت کے احساس کے ساتھ کریں۔ یہ مسرت غیر فطری بھی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ فطری اور آسان ہونا چاہیے۔ میں جب تم سے کافی چھوٹا تھا تو خود مجھے اپنے والد صاحب کی خدمت کرنے سے بہت خوشی حاصل ہوتی تھی۔ بارہ برس کی عمر کے بعد تفریح اور دل لگی کا بہت ہی کم بلکہ نہیں کے برابر ہی موقع مجھے ملا ہے۔

دنیا میں تین باتیں اہم ہیں۔ ان کو حاصل کر کے تم دنیا کے کسی بھی کونے میں جاؤ گے تو اپنا گزارا کر سکو گے۔ اپنی روح کا اپنے آپ کا اور خدا کا سچّا عرفان حاصل کرنا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمہیں کتابی علم نہیں ملے گا وہ تو ملے گا ہی لیکن تم اس کی فکر کرو یہ میں نہیں چاہتا۔ اس کے لیے ابھی تمہارے پاس کافی وقت ہے۔ کتابی علم تو اس لیے ہوتا ہے کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے اسے تم دوسروں کو دے سکو۔

اتنا اور یاد رکھنا کہ اب ہمیں غریبوں میں رہنا ہے۔ جتنا زیادہ میں غور کرتا ہوں اتنا ہی زیادہ میں محسوس کرتا ہوں کہ غریبی ہی میں سُکھ ہے امیری کے مقابلے میں غریبی زیادہ راحت بخش ہے۔

کھیت کی نندائی اور گڑائی میں پورا وقت دینا چاہیے۔ مستقبل میں ہمیں اپنا گزارا اسی پر کرنا ہے۔ میری خواہش ہے کہ اپنے خاندان میں تم ایک قابل کاشت کار بنو۔ سبھی اوزاروں کو ہمیشہ صاف اور سلیقے سے رکھو۔

کتابی علم میں حساب اور سنسکرت پر پورا دھیان دینا۔ مستقبل میں سنسکرت تمہارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگی۔ یہ دونوں مضامین بڑی عمر میں سیکھنا مشکل ہیں۔ موسیقی میں بھی برابر دل چسپی رکھنا۔

ہندی، گجراتی اور انگریزی کے چنندہ بھجنوں اور نظموں کا ایک مجموعہ تیار کرنا چاہیے۔ سال کے آخر میں تمہیں اپنا یہ مجموعہ بہت بیش قیمت معلوم ہوگا۔ کام کی زیادتی سے انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے اور نہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ کیسے ہوگا پہلے کیا کروں؟ سنجیدگی سے غور وفکر کے ساتھ تم نے اگر سبھی خوبیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو تمہارے لیے بہت کارآمد اور قیمتی ہوں گی۔ تم سے مجھے یہ بھی امید ہے کہ گھر کے لیے جو بھی تم خرچ کرتے ہو، اس کا پیسے پیسے کا حساب رکھتے ہوگے۔

مجھے یہ بھی امید ہے کہ تم روز شام کو قاعدہ کے مطابق پرارتھنا کرتے ہوگے اور اتوار کے دن شری ویسٹ کے یہاں بھی پرارتھنا میں جاتے ہوگے۔ طلوع آفتاب سے پہلے اُٹھ کر پرارتھنا کرنا بہت ہی اچھا ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایک مقررہ وقت پر ہی پرارتھنا کریں۔ یہ باقاعدگی زندگی میں آگے چل کر بڑی مددگار ثابت ہوگی۔

اس خط کو پڑھ کر، اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد مجھے جواب دینا۔ جواب جتنا طویل چاہو اتنا لکھ سکتے ہو۔ آخر میں دعا اور خلوص پر یہ خط ختم کرتا ہوں۔

شری مانک لال گاندھی

نٹیال

تمہارا والد

م۔ک۔گاندھی

(موہن داس کرم چند گاندھی)

بہ شکریہ ین سی ای آر ٹی

معنی یاد کیجیے:

میراث	:	وراثت
مطالعہ	:	پڑھنا
آگاہی	:	خبرداری
شرح	:	تشریح، وضاحت کرنا
عرفان	:	علم، پہچان
فکر	:	سوچ
عمل	:	کام
فطری	:	قدرتی، پیدائشی فطرت کے مطابق
بیش قیمت	:	قیمتی
چنندہ	:	چنے ہوئے

سوچیے اور بتائیے:

(۱) گاندھی جی نے یہ خط کہاں سے اور کس کو لکھا تھا؟

(۲) گاندھی جی کے مطابق سچّا علم کیا ہے؟

(۳) گاندھی جی کو بچپن میں کس کام سے خوشی کا احساس ہوتا تھا؟

(۴) گاندھی جی نے اپنے بیٹے کو کاشت کاری کے بارے میں کیا کیا مشورے دیے؟

(۵) گاندھی جی نے کن تین باتوں کو اہم بتایا ہے؟

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کی تضاد لکھیے:

خوشی۔ کارآمد۔ ایمان دار۔ سکھ۔ مستقبل۔ ذمّہ دار

خالی جگہوں کو نیچے دیے گیے لفظوں کی مدد سے پُر کیجیے:

تفریح۔اہنسا۔پرارتھنا۔کردار سازی۔آگاہی۔با

۱۔ امید ہے کہ.............اچھی ہوگئی ہوں گی۔

۲۔ سچّا علم تو.............اور فرض سے.............ہے۔

۳۔ ....اور دل لگی صرف ایک خاص عمر تک ہی اچھی لگتی ہے۔

۴۔ انہیں اپنے فکر وعمل میں سچ اور.............کے استعمال کی کوشش کرنا چاہیے۔

۵۔ طلوع آفتاب سے پہلے اُٹھ کر.............کرنا بہت ہی اچھا ہے۔

نیچے لکھے ہوئے ہم آواز لفظوں کے معنی استاد سے پوچھ کر لکھیے:

عام۔آم　　کثرت۔کسرت　　صوت۔سوت　　معمور۔مامور　　باد۔بعد

الم۔علم　　صدا۔سدا　　شیر۔شعر　　خار۔خوار

عملی کام:

☆ خط کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

☆ اپنے استاد کی مدد سے گاندھی جی کے کردار اور سیرت کی خصوصیات معلوم کیجیے،

سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح کیجیے:

(الف) اگر یہ خدمت تم اچھی طرح اور خوشی سے کرتے ہو تو تمہاری آدھی تعلیم تو اسی کے ذریعہ پوری ہو جاتی ہے۔

(ب) غریبی ہی میں سکھ ہے۔امیری کے مقابلے میں غریبی زیادہ راحت بخش ہے۔

غور کیجیے:

’’نے‘‘ کو اردو میں ’’علامت فاعل‘‘ کہا جاتا ہے مثلاً ’’میں نے روٹی کھائی‘‘،’’میں نے کپڑا خریدا‘‘۔
تم نے جو سبق پڑھا ہے اس میں جن جملوں میں علامت فاعل ’’نے‘‘ کا استعمال ہوا ہے انہیں چن کر اپنی کاپی میں لکھیے۔

☆☆☆

ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام

ہندوستان کے سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر ابوالفاخر زین العابدین عبدالکلام تھے۔ وہ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو جنوبی ہند کی ریاست تمل ناڈو کے ضلع رامیشورم میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام زین العابدین تھا۔ ان کا پیشہ ماہی گیری تھا۔ ان کی آمدنی قلیل ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام کا بچپن تنگی اور عسرت میں بسر ہوا۔ تلاش وجستجو اور مطالعے کا شوق بچپن سے تھا۔ ڈاکٹر کلام کو گھر کے سادہ ماحول کے ساتھ اچھے لوگوں کی صحبت حاصل رہی، جس کی وجہ سے سادگی، شرافت، سچائی، محنت اور لگن ان کے مزاج کا حصّہ بن گئی۔ رامیشورم میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر کو خیر باد کہنا پڑا۔ انہوں نے رامانا تھ پورم کے اسکوارٹز مشن اسکول سے درجہ اوّل میں ہائی اسکول پاس کیا۔ اعلاتعلیم کے لیے ۱۹۵۰ء میں تری چناپلّی کے سینٹ جوزف کالج میں داخلہ لیا اور امتیازی نمبروں سے بی ایس سی کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اعلاتعلیم کے بڑھتے مصارف پر قابو پانے کی خاطر ٹیوشن کی اور روزنامہ ’’ہندو‘‘، چینئی میں سائنسی مضامین اور فیچر لکھنے لگے۔ گریجویشن کے بعد مدارس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے فضائی انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ اب ڈاکٹر کلام کے سامنے شان دار مستقبل تھا۔ وہ چاہتے تو بیرون ملک جاکر، مالی مشکلات اور بے روزگاری کے مسئلہ پر قابو پاسکتے تھے، لیکن وطن عزیز سے سچّی محبت اور ملک وقوم کی خدمت کے جذبے نے انہیں اس عمل سے روک دیا۔

ڈاکٹر کلام نے ۱۹۵۷ء میں ڈفینس ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن (D.R.D.O) سے وابستہ ہوکر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور یہاں پانچ سال تک اہم سائنسی تحقیقات میں مصروف رہے۔ انہوں نے اپنی محنت اور لگن سے

فضائی سائنس وٹیکنالوجی میں ملک کو اہم مقام تک پہنچادیا۔ان کی رہنمائی میں ہمارا ملک مصنوعی سیّارچوں کے شعبوں میں ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہوگیا ہے۔

۱۹۸۰ء میں حکومت ہند نے جب میزائلوں کی ترقی کے سلسلے میں تفصیلی پروگرام مرتب کیا تو پروفیسر ستیش دھون کو اس اہم منصوبے کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ستیش دھون نے اس منصوبے کی ذمہ داری ڈاکٹر کلام کو سونپ دی۔ انہوں نے زندگی کا سارا وقت اسی کام کے لیے وقف کردیا اور میزائل منصوبے کے ساتھ ایٹمی تحقیق کے شعبوں میں بھی نمایاں کارکردگی ظاہر کی۔اس بڑی کامیابی نے انہیں ''میزائل مین'' بنادیا اور ان کا شمار دنیا کے دس بڑے میزائل سائنس دانوں میں ہونے لگا۔

جولائی ۱۹۹۲ء سے دسمبر ۱۹۹۹ء تک وہ حکومت ہند کے وزیر دفاع کے سائنسی مشیر اور دفاعی ریسرچ اور ترقیاتی شعبے کے سکریٹری کے عہدے پر فائز رہے۔اس کے بعد انہوں نے حکومت ہند کے چیف سائنٹسٹ ایڈوایزر کی حیثیت سے اہم خدمات انجام دیں۔چوالیس سالہ شان دار کیریئر میں وہ ہمیشہ ''نظریہ،مقصد اور ہدف'' (Vision, Mission and Goal) کے اپنے مقصدی جملے پر عمل پیرا رہے۔

ڈاکٹر کلام کو وطنِ عزیز ہندوستان سے سچّی محبت ہے۔انہیں اپنے ہندوستانی ہونے پر ناز ہے۔ان کے ذہن میں تیسری دنیا کے ملک کا درجہ پانے والے ہندوستان کو پہلے درجے کا ملک بنانے کا خواب ہے۔وہ ہندوستان کو طاقت ور اور خوش حال دیکھنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر کلام ذات پات،رنگ نسل اور مذہب سے بالاتر ہوکر ملک وقوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ان کا مقصد قوم کی معاشی اور سماجی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ان کا خیال ہے کہ ہندوستان کی آبادی کو باصلاحیت افراد میں تبدیل کرکے ترقی کا نشانہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔اس سلسلہ میں ان کا قول ہے کہ ''ہمارا دشمن کوئی اور نہیں،غریبی ہے۔''

ڈاکٹر کلام سائنس دان کا دماغ رکھتے ہیں اور حسّاس و دردمند دل کے مالک بھی ہیں۔سائنس کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ سے بھی انہیں خاص لگاؤ ہے۔وہ موسیقی کے رسیا ہیں۔وینا بجانے میں مہارت رکھتے ہیں۔تمل زبان میں شاعری کرتے ہیں۔مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔صبح پابندی سے سیر کرتے ہیں۔قدیم بھوج پتروں پر تحریر روایتی علوم کو کمپیوٹرس میں منتقل کرنے کے خواہش مند ہیں۔

ڈاکٹر کلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مصنف بھی ہیں۔ان کی دو کتابیں ''انڈیا:۲۰۲۰ء''اور خود نوشت ''ونگس آف فائر'' شائع ہو چکی ہیں۔ بچوں سے انہیں بہت پیار ہے۔ بچوں کی ذہنی تعمیری صلاحیتوں کو وسیع تر کرنے کے لیے انہوں نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔اس سلسلے میں وہ ابھی تک پینتالیس ہزار اسکولی بچوں سے ملاقات کر چکے ہیں اور ایک لاکھ اسکولی بچوں سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

ہندوستان کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں وقار عطا کرنے والے ڈاکٹر عبدالکلام کو ان کی نمایاں اور اہم خدمات کے صلے میں کئی اعزازات تفویض کیے گیے ہیں۔ان میں ''پدم بھوشن''۱۹۸۱ء ''پدم وبھوشن'' ۱۹۹۰ء اور ''بھارت رتن'' ۱۹۹۷ء شامل ہیں۔انہیں ڈاکٹر بیرن رائے اسپیس ایوارڈ، نشنل نہرو ایوارڈ اور آر یہ بھٹ ایوارڈ بھی دیا جا چکا ہے۔انا یونیورسٹی چینئی، بنارس ہندو یونیورسٹی سمیت کئی یونیورسٹی اور اداروں نے ان کی نمایاں خدمات کے اعتراف میں انہیں اعزازی اسناد پیش کی ہیں۔

ڈاکٹر کلام کی شخصیت ''سادہ زندگی، بلند خیالات'' کی روشن مثال ہے۔ان کی زندگی سراپا عمل ہے۔ان کے حالات کے مطالعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ سچی لگن اور مسلسل محنت ہر مشکل کو آسان اور ملک وقوم کو نیک بنایا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر کلام اگر چہ صدر جمہوریہ ہند کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے، لیکن ان کے اندر کا سائنس داں انہیں اسی طرح سوچنے اور ملک وقوم کے لیے کچھ کر دکھانے کے لیے اکساتا رہا جس طرح اس سے قبل اکساتا رہا تھا۔اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے باوجود وہ آج بھی اپنے عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

(بہ شکریہ ین سی ای آر ٹی)

معنی یاد کیجیے:

ماہی گیری	:	مچھلی پکڑنے کا پیشہ
قلیل	:	کم
عسرت	:	غریبی
مصارف	:	جمع صرف،خرچ،اخراجات
حصول	:	حاصل کرنا
امتیازی	:	نمایاں
مشیر	:	مشورہ دینے ولا

وابستہ	:	منسلک، جڑا ہوا
مرتب کیا	:	ترتیب دیا
مصنوعی	:	نقلی
صف	:	قطار
سربراہ	:	سردار، منتظم، مہتمم
بالا	:	اونچا
خودنوشت	:	خود کی لکھی ہوئی
اعزازات	:	اعزاز کی جمع، انعامات
وقار	:	شان، قدر ومنزلت
تفویض	:	سپردگی، حوالگی
اسناد	:	سند کی جمع
عہدۂ جلیلہ	:	اعلاترین عہدہ
فائز	:	مقرر

سوچیے اور بتائیے:

۱۔ ڈاکٹر عبدالکلام کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

۲۔ ڈاکٹر کلام نے بیرون ملک جانا کیوں پسند نہیں کیا؟

۳۔ ڈاکٹر عبدالکلام کو ''میزائل مین'' کے نام سے کیوں پہچانا جاتا ہے؟

۴۔ ہندوستان کی ترقی اور خوش حالی کے لیے ڈاکٹر عبدالکلام کیا چاہتے ہیں؟

۵۔ ڈاکٹر کلام کے مطابق ہمارا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟

۶۔ ڈاکٹر کلام کو اب تک کون کون سے اعزازات دیے جا چکے ہیں؟

۷۔ ڈاکٹر کلام کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

نیچے لکھے ہوئے لفظوں سے جملے مکمل کیجیے۔

(اعزازات، طاقت ور، بیرونی، مشیر)

۱۔ ڈاکٹر عبدالکلام چاہتے ہیں کہ ہندوستان ایک..........ملک بنے۔

۲۔ انھیں بہت سے..........تفویض کیے گیے۔

۳۔ وہ حکومت ہند کے سائنسی ....بنائے گیے۔

۴۔ انھوں نے کسی..........ملک جانا پسند نہیں کیا۔

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

شہرت۔ سائنس داں۔ میزائل۔ مزاج۔ وطن۔ مقصد

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنائیے:

ضلع۔ حاصل۔ علوم۔ اسناد۔ رقم۔ تحقیقات۔ خدمات۔ ممالک۔ خیالات۔

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے متضاد الفاظ لکھیے:

جنوب آزادی جنگ اعلا کامیاب دشمن محبت نیک نام

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے:

☆ ڈاکٹر عبدالکلام ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو جنوبی ریاست تمل ناڈو کے ضلع رامیشورم میں پیدا ہوے۔

☆ ان جملوں میں کو، کی، کے اور میں ایسے الفاظ ہیں جن کے الگ کوئی معنی نہیں ہیں لیکن یہ دو لفظوں کے درمیان ایسا تعلق قائم کرتے ہیں کہ یہ اگر نہ ہوں تو سارا جملہ بے ربط ہو جایے۔ قواعد میں انہیں ''حرف ربط'' کہتے ہیں۔ یہ دو لفظوں کے درمیان تعلق پیدا کر کے جملے کو مکمل بناتے ہیں۔

☆ اس سبق سے ایسے دس جملے تلاش کیجیے جن میں حرف ربط استعمال ہوا ہو۔ حرف ربط کے نیچے خط کھینچیے

ذیل کے جملوں کی تشریح کیجیے:

(الف) ان کا قول ہے کہ ''ہمارا دشمن کوئی اور نہیں غریبی ہے۔''

(ب) سچی لگن اور مسلسل محنت ہر مشکل کو آسان اور ملک وقوم کو نیک نام بنایا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

ہندوستان میں بچوں کی مزدوری

J2J8SM

آج کے دور میں دنیا کافی ترقی کر چکی ہے۔ ہر طرف خوشحالی کا دوردورہ ہے۔ ایسے میں جب ہم اپنے پیارے وطن ہندوستان پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ ملک کی بڑی آبادی غریبی کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔

کپڑے اور مکان کی بات تو دور ہے۔ عام لوگوں کو دو وقت کی روٹی بھی ٹھیک سے نہیں ملتی ہے۔ ہندوستان کے اس پچھڑے پن کے کئی اسباب ہیں جن میں ہڑتالیں، سیاسی چپقلشیں، سماجی بدعنوانیاں وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں کروڑوں کی ملکیت تباہ ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ہم دو قدم آگے بڑھتے ہیں تو ایک قدم پیچھے ہٹتے ہیں اور اسی لیے ہماری ترقی کی رفتار بے حد سست ہے۔

آج کے بچے کل کے شہری ہوتے ہیں۔ بڑے ہو کر ملک کی تعمیر انہی کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ان کی دیکھ بھال صحیح طریقے سے ہو۔ انھیں اچھی تعلیم و تربیت دی جایے۔ انہیں صحت مند ماحول میں رکھا جایے۔ اچھی غذائیں کھانے کو دی جائیں، تاکہ بڑے مضبوط اور صحت مند انسان بنیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ آج کے بچوں کی ایسی دیکھ بھال نہیں ہو رہی ہے۔ زیادہ تر لوگ غریب ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں کو پڑھانے کی بجائے ہمیں اکثر راستوں میں کوڑا کرکٹ چنتے، دکانوں اور ہوٹلوں میں کام کرتے، سائکل مرمت کرتے یا گھروں میں غلامی کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی بچوں کو بچہ مزدور کہا جاتا ہے۔

ایسے بچے روزانہ سولہ سے اٹھارہ گھنٹوں تک سخت محنت کرتے ہیں، لیکن انہیں معاوضہ بے حد کم دیا جاتا ہے۔ غذا بھی اچھی نہیں ملتی۔ پھر انہیں جسمانی اور ذہنی تکلیفیں بھی سہنی پڑتی ہیں۔ اس طرح بچوں کا استحصال ہندوستان بھر میں جاری ہے۔ حالانکہ حکومت نے ۱۴/ سال سے کم عمر بچوں کو مزدوری پر لگانا قانوناً جرم قرار دے کر اس پر روک لگائی ہے۔

لیکن اس قانون پر سختی سے عمل نہیں ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے بچوں کی مزدوری پہلے ہی کی طرح جاری ہے۔ حکومت اگر قانون پر حرف بحرف عمل کرے اور بچہ مزدوری کرانے والوں کو سخت سزائیں دے تو یقین ہے کہ یہ لعنت سماج سے ختم ہو جایے گی۔

یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنی آمدنی کو بڑھانے کے لیے خود اپنے بچوں کو زبردستی کام پر بھیجتے ہیں، حالانکہ ان کی یہ عمر کھیل کود اور پڑھنے لکھنے کی ہے۔ اگر چہ ان بچوں کے والدین کو اچھی طرح علم ہے کہ بچوں کو وہاں اچھی غذا نہیں دی جاتی، غیر صحت مند ماحول میں کام لیا جاتا ہے، زیادہ محنت کرائی جاتی ہے اور مزدوری کم دی جاتی ہے، مگر انہیں تو پیسوں سے مطلب ہے خواہ بچے کسی بھی حال میں کام کریں۔ جب تک والدین میں غربت رہے گی، ان کا یہ رجحان بھی باقی رہے گا۔ ضروری ہے کہ ایسے اقدامات کیے جائیں کہ ان غریب والدین کو تعلیم کی اہمیت کا احساس ہو اور وہ خود محنت اور مزدوری کر کے بچوں کو تعلیم دیں، اور بچوں کے ناتواں کندھوں پر معیشت کا بوجھ ڈالنے سے گریز کریں تا کہ ان بچوں کا مستقبل روشن ہو سکے۔

حالانکہ حکومت بچوں کی صحیح نشو ونما کے لیے بہت سارے اقدامات کر رہی ہے مثلاً مفت تعلیم، اسکولوں میں دن کے کھانے کا انتظام یہاں تک کہ پوشاک اور کتابیں بھی مفت دینے کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن اس کا فائدہ جتنا ہونا چاہیے اتنا نظر نہیں آتا۔ تاہم خوشی کی بات ہے کہ آہستہ آہستہ لوگ تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے لگے ہیں، اپنے بچوں کی تعلیم دینے کی فکر کرتے ہیں۔ ان کی بہبود کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ لیکن ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

ہندوستانی معاشرے کو بچہ مزدوری سے پاک کرنے کے لیے قانون سازی کے ساتھ ساتھ لوگوں میں عام بیداری کی بھی ضرورت ہے۔ اگر لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جایے کہ بچوں سے مزدوری کرا کے ان سے ان کا بچپن چھین رہے ہیں، ان کی حق تلفی کر رہے ہیں اور ان پر زیادتی کر رہے ہیں تو اس کا اچھا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے۔

ہر مذہب بھی بچوں سے حسن سلوک، ہمدردی اور محبت کرنے کا درس دیتا ہے۔ پیغمبر اسلام کا بھی فرمان ہے کہ ’’جو بچوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے‘‘۔ اس نقطۂ نظر سے بھی والدین اپنے کردار کا جائزہ لیں اور یہ سوچیں کہ وہ اگر اپنے بچوں کو تعلیم نہ دلا کر کام پر بھیجتے ہیں تو وہ ایک بڑے اخلاقی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(ادارہ)

معنی یاد کیجیے:

چپقلش	:	لڑائی جھگڑا
استحصال	:	زبردستی حاصل کرنا
اقدامات	:	آگے جانا، پیش قدمی کرنا
ناتواں	:	کمزور
معیشت	:	روزگارِ زندگی
گریز	:	بھاگنا، فرار ہونا
نشوونما	:	بڑھنا، پرورش پانا، ترقی
بہبود	:	بہتری، نفع، بھلائی
معاشرہ	:	سماج
حق تلفی	:	کسی کا حق مارنا
کردار	:	چلن، خصلت، عادت
جائزہ	:	جانچ پڑتال

سوچیے اور بتائیے:

(۱) ہندوستان کے پچھڑے پن کا سبب کیا ہیں؟

(۲) ملک کی تعمیر کا انحصار کن پر ہے؟ ان کے لیے کیا کرنا ضروری ہے؟

(۳) ماں باپ اپنے بچوں کو مزدوری پر کیوں بھیجتے ہیں؟

(۴) فیکٹری وغیرہ کے مالک بچہ مزدور کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟

(۵) بچہ مزدوری کے سلسلے میں ہندوستان کا کیا قانون ہے؟

(۶) بچہ مزدوری کو روکنے کے لیے کیا کیا اقدامات کرنا ضروری ہے؟

(۷) حکومت کی جانب سے بچوں کی تعلیم کے لیے کیا کیا انتظامات کیے گیے ہیں؟

غور کیجیے:

''صحت مند'' میں لفظ ''صحت'' کے بعد ''مند'' کا ٹکڑا جوڑا گیا ہے۔ ''صحت مند'' کا مطلب ہے ''صحت والا''۔

☆ اسی طرح ذیل کے الفاظ کے بعد ''مند'' جوڑ کر نئے الفاظ بنایئے اور ان کے معنی لکھیے:

دولت۔ عقل۔ غیرت

اسی طرح ''صحت مند'' سے ''غیر'' جوڑ کر ''غیر صحت مند'' کی ترکیب بنائی جاتی ہے۔ جو صحت مند نہیں ہے اسے غیر صحت مند کہا جاتا ہے۔

☆ اسی طرح ذیل کے الفاظ سے پہلے ''غیر'' جوڑ کر نئے الفاظ بنایئے اور ان کے معنی لکھیے:

حاضر۔ ذمہ دار۔ آباد۔ موزوں۔

سیاق وسباق کے حوالوں کے ساتھ ذیل کے جملوں کی تشریح کیجیے:

(الف) ہندوستانی معاشرے کو بچہ مزدوری سے پاک کرنے کے لیے قانون سازی کے ساتھ ساتھ لوگوں میں عام بیداری کی بھی ضرورت ہے۔

(ب) جو بچوں پر رحم نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اڈیشا

بچو! تم اڈیشا میں رہتے ہو۔ یہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا وطن ہے۔ تم یہیں پیدا ہوئے اور اس کی آغوش میں پلتے، بڑھتے رہے، اور تمہارے بزرگ بھی اسی سرزمین میں دفن ہیں۔ اسی لیے وطن کو ہم عزیز ہیں اور ہم کو وطن عزیز ہے۔ لیکن تم اڈیشا کے بارے میں کیا جانتے ہو؟

ہندوستان کے صوبوں میں سے اڈیشا جنوب مشرقی ہند میں واقع ہے اور مشرقی ساحل پر تقریباً پانچ سو کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس ریاست کے پورب میں بنگال کی کھاڑی، اتر پورب میں مغربی بنگال، اتر میں جھارکھنڈ، پچھّم میں چھتیس گڑھ اور دکھن میں آندھرا پردیش واقع ہے۔ اڈیشا کا رقبہ ڈیڑھ لاکھ مربع کلومیٹر سے کچھ زیادہ ہے۔ اڈیشا کے تیس ضلعے ہیں۔ اس ریاست کی کل آبادی ساڑھے تین کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو اڈیشا صوبۂ بہار سے الگ ہو کر ایک علاحدہ صوبہ بنا۔ اسی لیے یکم اپریل کو اڈیشا بھر میں اتکل دِوس منایا جاتا ہے۔

اڈیشا تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اڈیشا کے لغوی معنی ہیں ''دھان کا ملک''۔ قدیم یونانی مصنفوں نے اس ملک کے باشندوں کو ''اورے ٹس'' لکھا ہے جو سنسکرت کے لفظ اوڈر کا ہم معنی ہے۔ کوروکھیشتر کی جنگ سے پہلے کلنگا ایک خودمختار ملک تھا۔ اگرچہ اس وقت وہاں آریاؤں کی حکومت نہ تھی پھر بھی آریا قوم کا حکمراں خاندان ان لوگوں کے ساتھ شادی بیاہ رچانا اپنے لیے باعث عزت سمجھتا تھا۔ جین بادشاہوں میں کھاربیل کا شمار ایک بہادر بادشاہ کے طور پر ہوتا ہے۔

محمد شاہ تغلق کی فوج کے ساتھ مسلمان سپاہی پہلی بار اڈیشا کے جاج نگر تک پہنچے جسے آج کل جاج پور کہا جاتا ہے۔شہنشاہ اکبر کا راجا مکند دیو سے بہت گہرا تعلق تھا۔مکند دیو کا دارالحکومت قلعۂ کٹک (باراباٹی) تھا۔راجا مکند دیو کوشکست دے کر بنگال کے حکمراں سلیمان کرہانی نے اڈیشا پر اپنا قبضہ جمالیا۔اسی طرح جب مغلوں نے بنگال کو فتح کیا تو اڈیشا کو بھی فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ صوبۂ اڈیشا میں اکثر باہر کے تاجر، سیّاح، اولیاء کرام اور رشی منی کی آمد و رفت جاری تھی۔اڈیشا زمانۂ قدیم سے اب تک مختلف مذاہب کی آماجگاہ ثابت ہوا ہے۔لہٰذا بھوبنیشور میں واقع کھنڈ گیری اور اودے گیری کے علاوہ کیونجھر کے رام چنڈی، بھدرک کے بھدرکالی، کوراپٹ کے کچیلا اور میورBھنج کے باری پدا وغیرہ علاقوں میں جین دھرم کے قدیم آثار پائے جاتے ہیں ۔جب اشوک نے کلنگا پر حملہ کیا تو اس جنگ میں ہزاروں فوجی مارے گیے ۔اس واقعے سے اشوک کو بے حد رنج وافسوس ہوا تو اس نے بدھ مت اختیار کرلیا اور اسکی خوب تبلیغ کی جس سے بدھ مذہب ایک عالمی مذہب بن گیا۔اڈیشا کے لانگوڑی پہاڑ، دھولی گری، رتنا گیری، للت گیری، بدھا کھول وغیرہ علاقوں میں بدھ مذہب کے تمدن وثقافت کے آثارِقدیمہ اب بھی موجود ہیں۔کٹک میں مہاندی کے ساحل پر گرونانک جی کے مسواک گاڑنے کے سبب وہاں کے گرودوارہ کو مسواک صاحب کہا جاتا ہے۔اسی طرح ہندووں کے چار دھاموں میں جگن ناتھ دھام، پوری، کو بڑی اہمیت حاصل ہے یہاں کا رتھ یاترا پوری دنیا میں مشہور ہے۔

ہزار سالہ قدیمی، تاریخی، ثقافتی شہر کٹک کو سلور سٹی (چاندی کا شہر) کہا جاتا ہے۔اسی طرح لنگراج مندر کی وجہ سے اڈیشا کی راجدھانی بھوبنیشور کو ٹیمپل سٹی (مندروں کا شہر) اور اسٹیل پلانٹ کی وجہ سے راؤرکیلا کو اسٹیل سٹی کے نام سے پوری دنیا جانتی ہے۔اسی طرح کٹک میں شجاع الدین محمد خاں کی یادگار ''قدم رسول'' کے علاوہ شاہی قلعہ مسجد، جامع مسجد، تاتار خاں کی مسجد(واقع دیوان بازار، کٹک) اور جاج پور میں واقع شاہی مسجد بھی مسلم حکمرانوں کی یادگاریں ہیں۔

اڈیشا کی زبان اڈیا ہے۔یہاں اڈیا زبان کے ناول نگاروں، افسانہ نگاروں اور شاعروں کی بڑی تعداد موجود ہے۔مگر اڈیشا میں اردو زبان کی تاریخ کا آغاز فیروز شاہ تغلق کے دور سے ہوتا ہے اور یہ زمانہ سات صدیوں پر محیط ہے۔تب سے یہاں اردو بولی، پڑھی اور لکھی جاتی ہے۔ یہاں کے زیادہ تر مسلمانوں کی مادری زبان اردو ہے۔ یہاں پر اردو بولنے والوں کی کل آبادی ساڑھے دو فی صد ہے۔ان کا رہن سہن اسلامی ثقافت کا نمونہ ہے۔اڈیشا میں اردو شاعروں اور قلم کاروں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ یہاں اردو اکادمی اور اردو بھون بھی قائم ہیں۔

ان اداروں کے علاوہ بھوبنیشور میں ساہتیہ اکادمی، سنگیت ناٹک اکادمی اور للت کلا اکادمی بھی ہیں۔

اڈیشا کے بعض اضلاع میں پرانے قبائلیوں (آدی باسیوں) کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ان کی بولی اورطرزِ زندگی دوسروں سے الگ ہے۔مختلف قبیلے الگ الگ بولیاں بولتے ہیں۔جو قبائلی شہروں سے قریب آباد ہیں وہ تو کچھ مہذب نظر آتے ہیں۔ورنہ اب بھی دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں کچھ ایسے قبیلے آباد ہیں جو نیم برہنہ رہتے ہیں، جنگل کے پھل کھاتے ہیں، تیر وکمان سے جنگلی جانوروں کا شکار کرتے ہیں اور زندگی گزارتے ہیں۔قبائلی عام طور پر سیاہ فام مگر نرم دل ہوتے ہیں۔ان کے رسم ورواج، عقیدے، لوک کہانیاں، شادی بیاہ کے طور طریقے، رقص و موسیقی قدیم ثقافت کے باعث اپنی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔

ہمارا اڈیشا روزِ اول سے ہی فطرت کی نعمتوں سے بھر پور ہے۔ یہاں بہت زیادہ ندیاں، نہریں اور قدرتی مناظر موجود ہیں۔چلیکا کی جھیل، انسوپا کی جھیل، پوری، چندر بھاگا، گوپال پور، وغیرہ کے ساحلی علاقے، پردھان پاٹ کا آبشار، بڑا اور چھوٹا گھاگرا، اور چندکا کے گھنے جنگل میں ہاتھیوں کی چنگھاڑ نہ صرف یہی بلکہ جھیل کے ساتھ ساتھ درختوں سے گھرا ہوا چڑیا گھر نندن کانن، بوٹانیکل گارڈن، سائنس پارک اور نیکو پارک وغیرہ بھوبنیشور میں واقع ہیں۔ان مقامات کی خوبصورتی ودلکشی باہر کے سیّاحوں کا دل لبھاتی ہیں۔اٹری (خوردہ) اور تپت پانی (گنجام) میں گرم پانی کے ابلتے چشمے بھی قابل ذکر ہیں۔

اڈیشا کی آب وہوا گرم اور مرطوب ہے۔کچھ سالوں سے یہاں لو بھی چلنے لگی ہے۔ برسات کی کثرت سے اکثر سیلاب کا خطرہ رہتا ہے بلکہ یوں کہا جایے کہ اڈیشا ایک سیلاب زدہ علاقہ ہے تو غلط نہ ہوگا۔ یہاں سردی کم ہوتی ہے۔اڈیشا میں ہر طرح کی فصلیں اور سبزیاں اگائی جاتی ہیں۔اناج میں دھان، پھلوں میں آم، کاجو بادام اور ناریل وغیرہ کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے۔مگر یہاں چاول زیادہ کھایا جاتا ہے۔

بچو!تم نے اڈیشا کے بارے میں جانکاری حاصل کی تو آؤ سب مل کر عہد کریں کہ اپنے صوبۂ اڈیشا کو اور بھی مضبوط، خوشحال بنائیں گے اور ترقی اور کامرانی کے میدان میں لے جائیں گے۔

معنی یاد کیجیے

آغوش	:	گود
ساحل	:	سمندر یا دریا کا کنارہ
ریاست	:	حکومت، صوبہ
رقبہ	:	گھری ہوئی زمین کی مقدار
مربع	:	چوگوشہ، چوکھٹا، چوکور جس کا طول و عرض برابر ہو
قدیم	:	پرانا
حمایت	:	طرفداری
شکست	:	ہار
سیّاح	:	سیر کرنے والا
فطرت	:	نیچر، قدرت
رقص	:	ناچ
چنگھاڑ	:	ڈراونی آواز نکالنا
آثار	:	اثر کی جمع، نشان
تبلیغ	:	احکام شریعت کا پہنچانا
تمدن	:	تہذیب، رہن سہن کا طریقہ
ثقافت	:	کلچر
قبیلے	:	وہ جماعت جس میں سب لوگ ایک باپ کی اولاد رہتے ہوں
قبائلی	:	آدی باسی
نیم برہنہ	:	آدھا ننگا
سیاہ فام	:	جس کا رنگ کالا ہو
عقیدے	:	پختہ یقین
مناظر	:	منظر کی جمع، نظارے

سوچیے اور بتائیے:

(۱) اڈیشا ہندوستان کے کس طرف اور کتنے کلومیٹر پر واقع ہے؟

(۲) اڈیشا کے کتنے اضلاع ہیں؟

(۳) اڈیشا کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(۴) پرانے زمانے میں اڈیشا کے باشندوں کو کیا کہا جاتا تھا؟

(۵) بھوبنیشور میں کس کس دھرم کے نشانات موجود ہیں؟

(٦) شہر کٹک کو کیا کہا جاتا ہے؟ یہاں پر کون کون سی یادگاریں ہیں؟

(۷) اڈیشا کی زبان اڈیا ہے تاہم اردو زبان کی حیثیت کیا ہے؟

(۸) اڈیشا میں آدی باسیوں کی حالت کیسی ہے؟

سیاق وسباق کے ساتھ تحریر کیجیے:

(الف) اس واقعے سے اشوک کو بے حد رنج وافسوس ہوا تو اس نے بدھ مت اختیار کرلیا؟

(ب) ہمارا اڈیشا روز اول سے ہی فطرت کی نعمتوں سے بھر پور ہے۔

(ج) تمہارے سبق میں سے کچھ الفاظ یہاں لکھے جاتے ہیں ان کی املا درست کیجیے۔

سقافت۔کدیم۔ آسار۔ اقیدے۔تبلیگ۔خترہ

(د) اس سبق کو دھیان سے پڑھ کر ''اڈیشا'' پر دس جملے لکھیے۔

(ہ) تمہارے سبق میں ایک لفظ'' آمدورفت'' آیا ہے اسی طرح کی دو اور ترکیبیں لکھیے۔

☆☆☆

امن اور عدمِ تشدد

J32ZVX

امن کے معنی سلامتی کے ہیں یعنی چین، سکون، شانتی۔ عدم تشدد کے معنی ہیں لڑائی جھگڑا نہ کرنا یا جنگ نہ کرنا۔ یہ لڑائی دو انسانوں کے درمیان بھی ہوتی ہے دو جانوروں کے درمیان بھی، دو جماعتوں کے درمیان بھی ہوتی ہے اور دو ملکوں کے درمیان بھی۔

ہر شریف آدمی امن کو پسند کرتا ہے جب کہ شر پسند اور فتنہ پرور آدمی جنگ اور لڑائی کو پسند کرتا ہے۔ مگر اکثر لوگ امن کو پسند کرتے ہیں۔ اس لیے ہم آج اپنا موضوعِ سخن امن کو بناتے ہیں اور اپنے ملک ہندوستان کے اسی رویّے کا ذکر کرتے ہیں۔

آزادی ملنے کے بعد سے ہندوستان عالمی امن کے لیے جدوجہد کرتا رہا ہے۔ ہندوستان نے دوسرے بہت سے ملکوں کے برعکس روس یا امریکہ سے الحاق کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان جنگ سے زیادہ امن کی طاقت میں یقین رکھتا ہے۔

امن اور شانتی پر ہندوستان کا یقین ہمیشہ سے رہا ہے۔ مہاتما بدھ، اشوک، اور مہاتما گاندھی نے دنیا کو امن اور دوستی کا جو پیغام دیا تھا وہ آج بھی ہندوستان میں گونج رہا ہے۔ قیامِ امن کی بابت پنڈت نہرو اور ساستری جی کی پر خلوص کوششوں کو ساری دنیا سراہتی ہے۔ یہ حضرات امن کے لیے زندہ رہے اور امن کے نام پر مر مٹے۔

ہندوستان نے امن اور عدم تشدد کے اصولوں پر ہمیشہ چلنے کی کوشش کی ہے۔ ان اصولوں کو ہندوستان نے عالمی امن کے لیے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ہندوستان ہمیشہ ظلم و تشدد کے خلاف رہا ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو۔ ہندوستان ہر ملک کی آزادی اور ترقی میں یقین رکھتا ہے۔

آج جب کہ دنیا کا ہر ملک اپنی حکومت، طاقت، اور اقتدار کے لیے کمزور ملکوں کو دبا لینا چاہتا ہے، ہندوستان مل جل کر رہنے کے اصولوں کو اپنایے ہویے ہے۔ کوئی بھی ملک چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو آزاد رہنے کا حق حاصل ہے۔ اگر دنیا کے سب ممالک اس اصول کو اپنا لیں تو جنگ کے خطرات ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتے ہیں۔

ہمارا زمانہ سائنس اور ایٹمی ترقی کا زمانہ ہے۔ ایٹم بم کی بے پناہ توانائی آج ہمارے اشاروں پر کسی غلام کی طرح کام کرتی ہے۔ یہ توانائی ہم امن اور انسانیت کی ترقی کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں اور جنگ کے لیے بھی۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جاپان کے ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹمی توانائی کو جنگ میں استعمال کیا گیا تھا۔ ایٹم بم کے صرف دو دھاکوں نے لاکھوں انسانوں کو پل بھر میں فنا کر دیا۔ سیکڑوں میل تک پودے، انسان، اور حیوان خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیے۔ اور لاکھوں انسان ہمیشہ کے لیے اپاہج ہو گیے۔ لیکن موجودہ ہائڈروجن بم، ایٹم بم، کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ تباہ کن ہیں۔ دنیا کی کئی طاقتوں کے پاس ایسے بموں کے ذخیرے موجود ہیں۔ اگر کسی جنگ میں چند بم بھی استعمال کیے گیے تو تمام دنیا تباہ برباد ہو سکتی ہے۔

موجودہ سیاسی حالات میں کسی بھی وقت تیسری جنگ عظیم چھڑ سکتی ہے اور ہماری ہزاروں برس کی پرانی تہذیب، ثقافت اور زندگی کے آثار کو مٹا سکتی ہے۔ کسی عقلمند کا مقولہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ کے لیے جنگ ختم کرنی ہوگی ورنہ جنگ انسان کو ختم کر دے گی۔ اگر کچھ لوگ ایٹمی جنگ میں ہلاک ہونے سے بچ بھی گیے تو ان کی زندگی مُردوں سے بدتر ہوگی۔

جس قدر ایٹمی اسلحوں کی تیاریاں بڑھ رہی ہیں اتنی ہی ایٹمی جنگ کا خطرہ قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ ہر وقت جنگ کا خوف ہمارے سروں پر سوار ہے۔ پتہ نہیں کب دنیا کی قسمت کا فیصلہ ہو جایے۔ تیسری عالمی جنگ کا خطرہ جتنا آج ہے پہلے کبھی نہیں تھا۔ اس خطرے کو جنگ کی تیاریوں سے نہیں بلکہ امن کی طاقت سے روکا جا سکتا ہے۔

دنیا میں امن قائم رکھنے کے لیے ابھی تک جو کوششیں ہوئی ہیں ان میں سے بیشتر اسی وجہ سے ناکام ہوئیں کہ ایک ملک کو دوسرے پر اعتماد نہیں یا ان کے اندر نفرت کی جڑیں اتنی گہری اور پھیلی ہوئی ہیں کہ یہ نفرت آسانی سے باہمی دوستی میں بدل نہیں سکتی۔

۱۔معنی یاد کیجیے:

الحاق	:	ملنا
اقتداء	:	پیروی
ممالک	:	ملک کی جمع، بہت سے ملک
توانائی	:	قوت
ذخیرہ	:	خزانہ
تہذیب	:	آدمیت، انسانیت، شائستگی
تمدن	:	تہذیب
ثقافت	:	کلچر
اسلحہ	:	ہتھیار
اعتماد	:	بھروسہ

۲۔جملہ بنائیے:

آزادی۔سکون۔پیغام۔اصول۔جنگ۔انسانیت۔اپاہج۔تباہ۔تبدیل۔فیصلہ

۳۔نیچے دیے ہوئے اقتباس کی تشریح کیجیے:

(الف) ہندوستان نے دوسرے بہت سے ملکوں کے برعکس روس یا امریکہ سے جنگی الحاق کرنے کی کوشش نہیں کی۔

(ب) کوئی بھی ملک چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو آزاد رہنے کا حق حاصل ہے۔

(ج) تیسری جنگ عظیم کے خطرے کو جنگ کی تیاریوں سے نہیں بلکہ امن کی طاقتوں سے روکا جا سکتا ہے۔

۴۔خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجیے:

انسان کو ہمیشہ کے لیے..............ختم کرنی ہوگی ورنہ جنگ..........کو ختم کر دے گی۔

ہندوستان مل جل کر رہنے کے................اپنایے ہویے ہے۔

ہر شریف آدمی................کو پسند کرتا ہے۔

۵۔ درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(۱) کون سی چیز ہمارے ہزاروں برس کی پرانی تہذیب، ثقافت اور زندگی کے آثار کو مٹا سکتی ہے؟

(۲) ہندوستان نے اپنے کو روس یا امریکہ جیسی بڑی طاقتوں سے الحاق کیوں نہیں کیا؟

(۳) ہندوستان ہمیشہ کس کے خلاف رہا ہے؟ اور کیوں؟

(۴) آج کس چیز کا خوف ہمارے سروں پر سوار ہے؟

(۵) ایک ملک کو دوسرے ملک سے دوستی کرنے میں کون سی چیز رکاوٹ ڈالتی ہے؟

☆☆☆

افسؔر میرٹھی

خواہشیں

(یہ نظم افسؔر میرٹھی (۱۸۹۸ءتا۱۹۷۴ء) کی مشہور نظموں میں سے ہے۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے نام حامد اللہ تھا اور افسؔر تخلص کرتے تھے۔ ان کی نظمیں حب الوطنی اور انسان دوستی کے جذبوں سے لبریز ہوا کرتی تھیں۔ زیرِنظر نظم ''خواہشیں'' اس کا بین ثبوت ہے۔)

درد جس دل میں ہو میں اس کی دوا بن جاؤں
کوئی بیمار اگر ہو تو شفا بن جاؤں
دکھ میں ہلتے ہوئے لب کی میں دُعا بن جاؤں

ہائے وہ دل جو تڑپتا ہوا گھر سے نکلے
اُف وہ آنسو جو کسی دیدۂ تر سے نکلے
میں اس آنسو کو سُکھانے کو ہوا بن جاؤں

دور منزل سے اگر راہ میں تھک جائے کوئی
جب مُسافر کہیں رستے میں بھٹک جائے کوئی
خِضر کا کام کروں راہ نُما بن جاؤں

نور سے عیش و مسّرت کے وطن کو بھر دوں
غم سے تاریک جو دل ہو اسے روشن کر دوں
ہر اندھیرے کے لیے ایک دیا بن جاؤں

عمر کے بوجھ سے جو لوگ دبے جاتے ہیں
ناتوانی سے جو ہر روز جھکے جاتے ہیں
ان ضعیفوں کے سہارے کو عصا بن جاؤں

خدمت خلق کا ہر سمت میں چرچا کر دوں
مادرِ ہند کو جنت کا نمونہ کر دوں
گھر کرے دل میں جو افسردہ صدا بن جاؤں

معنی یاد کیجیے:

شفا	:	تندرستی، صحت
دیدۂ تر	:	آنسوؤں سے بھیگی آنکھیں
خِضر	:	ایک پیغمبر کا نام جو بھولے بھٹکے کو راستہ بتاتے ہیں
راہ نما	:	راستہ دکھانے والا
مسرت	:	خوشی
ناتوانی	:	کمزوری
عصا	:	لاٹھی
خلق	:	انسان، لوگ

سوچیے اور بتائیے:

(۱) شاعر نے نظم کے پہلے بند میں کس خواہش کا اظہار کیا ہے؟
(۲) شاعر کن لوگوں کے آنسوؤں کو سُکھانے کے لیے ہوا بننا چاہتا ہے؟
(۳) ''خضر کا کام کروں راہ نما بن جاؤں'' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
(۴) شاعر ضعیفوں کے لیے کیا کرنا چاہتا ہے؟
(۵) ''جنت کا نمونہ کر دوں'' کس کے بارے میں کہا گیا ہے؟

نیچے لکھے ہوئے مصرعوں کو مناسب لفظوں سے مکمل کیجیے:

(دیا روشن شفا جنت راہ نما)

کوئی بیمار اگر ہو تو .... بن جاؤں

خضر کا کام کروں .... بن جاؤں

مادرِ ہند کو ...... کا نمونہ کر دوں

غم سے تاریک جو دل ہو اسے .... کر دوں

ہر اندھیرے کے لیے ایک ..... بن جاؤں

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے متضاد لفظ لکھیے:

تاریک مسرت جنت غم بیمار دکھ

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

دعا روشن لب خلق شفا خدمت

سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح کیجیے:

نور سے عیش و مسّرت کے وطن کو بھر دوں

غم سے تاریک جو دل ہو اسے روشن کر دوں

ہراندھیرے کے لیےایک دیابن جاؤں

☆☆☆

جوشؔ ملیح آبادی

بہار کی ایک دوپہر

(یہ نظم جوشؔ ملیح آبادی کی ہے جو ''شاعرِ انقلاب'' کے خطاب سے پکارے جاتے ہیں۔ نام شبیر حسین خاں اور تخلص جوشؔ تھا۔ ۱۸۹۴ء میں ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ نظم گوئی کے میدان میں اردو کے بہت کم شعراء ان کی برابری کر سکتے ہیں۔ ان کو زبان اور بیان پر پوری قدرت حاصل تھی۔ ''بہار کی ایک دوپہر'' اس کا ثبوت ہے۔)

بے چین ہیں ہوائیں، بادل ہے ہلکا ہلکا
بھیڑیں چرا رہی ہیں دوشیزگانِ صحرا
کچھ لڑکیاں چنے کے کھیتوں میں گا رہی ہیں
کچھ پھول چُن رہی ہیں کچھ ساگ کھا رہی ہیں

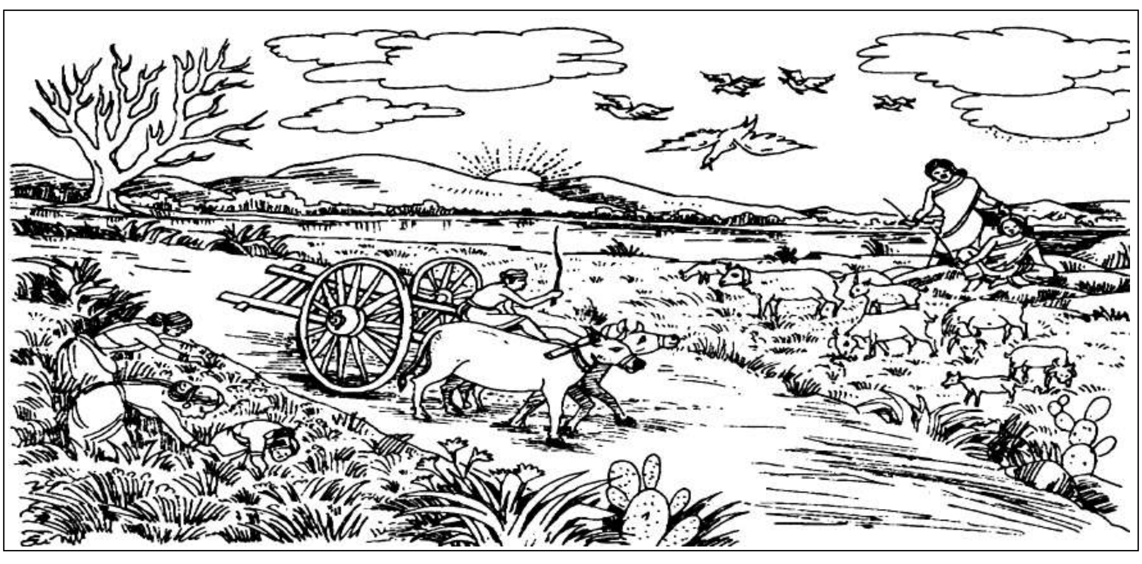

بوڑھا کسان اپنی گاڑی پہ جا رہا ہے
کھیتوں کو دیکھتا ہے، اور سر ہلا رہا ہے
زیرِ قدم جو برگِ پژمردہ آرہے ہیں
ہر گام پر کچل کر نغمے سنا رہے ہیں
خورشید بادلوں میں کشتی جو کھے رہا ہے
کوّوں کا بولنا تک اک لطف دے رہا ہے
کھیتوں پہ دھندلی کرنیں چمک رہی ہیں
سرسبز جھاڑیوں میں چڑیاں پُھدک رہی ہیں
سورج ہے سر پہ، بادل سایہ کیے ہوئے ہیں
ٹھنڈی ہوا کے جھونکے گرمی لیے ہویے ہیں
غنچے چٹخ رہے ہیں گلزار زندگی کے
در کھل رہے ہیں دل پر، اسرارِ زندگی کے
خود اپنے حافظے میں جلوے دکھا رہا ہوں
کھویا گیا ہوں ایسا، اپنے کو پا رہا ہوں

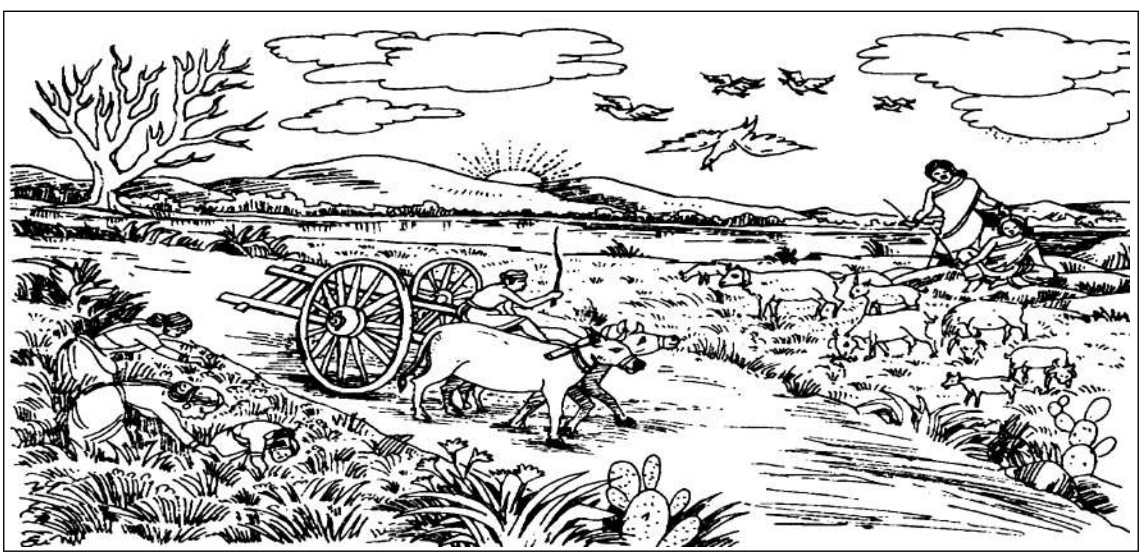

معنی بتائیے:

دوشیزگانِ صحرا	:	جنگل میں رہنے والی جوان لڑکیاں
زیرِقدم	:	پاؤں کے نیچے
برگ	:	پتّا
پژمردہ	:	مرجھایا ہوا
گام	:	قدم
خورشید	:	سورج
گلزار	:	چمن
اَسرار	:	سِر کی جمع، راز، بھید
جلوے	:	نظارے

سوچیے اور بتائیے:

(۱) ''کھیتوں کو دیکھتا ہے اور سر ہلا رہا ہے''، اس مصرعے میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟

(۲) اس نظم میں بہار کی ایک دوپہر کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے، اسے اپنے لفظوں میں لکھیے۔

(۳) ''کھویا گیا ہوں ایسا اپنے کو پا رہا ہوں'' سے کیا مراد ہے؟

تشریح کیجیے:

(الف) خورشید بادلوں میں کشتی جو کھے رہا ہے
کوّوں کا بولنا تک اک لطف دے رہا ہے

(ب) غنچے چٹخ رہے ہیں گلزار زندگی کے
در کھل رہے ہیں دل پر، اسرارِ زندگی کے

نیچے لکھے ہوئے شعروں کو صحیح لفظوں سے مکمل کیجیے:

کچھ لڑکیاں .... کے کھیتوں میں .... رہی ہیں
کچھ .... چُن رہی ہیں کچھ .... کھا رہی ہیں
خورشید .... میں .... جو کھے رہا ہے
.... کا بولنا تک اک .... دے رہا ہے
کھیتوں پہ .... کرنیں چمک رہی ہیں
سر سبز .... میں .... پُھدک رہی ہیں
غنچے .... رہے ہیں .... زندگی کے
در کھل رہے ہیں ....، اسرارِ زندگی کے

نیچے لکھے ہوئے لفظوں میں مذکر اور مؤنث الگ الگ کر کے لکھیے:

بادل لڑکی گاڑی کرنیں چڑیاں غنچے در دل زندگی

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے:

☆ فعل کے زمانے کی تعریف آپ پڑھ چکے ہیں۔ نیچے لکھے ہوئے جملوں کو پڑھ کر بتائیے کہ یہ جملے ماضی۔حال۔مستقبل میں سے کس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں:

بھیڑیں چرا رہی ہیں۔ کھیتوں میں گا رہی ہیں۔ غنچے چٹخ رہے ہیں۔
جلوے دکھا رہا ہوں۔ کھویا گیا ہوں۔

☆☆☆

خالد رحیم

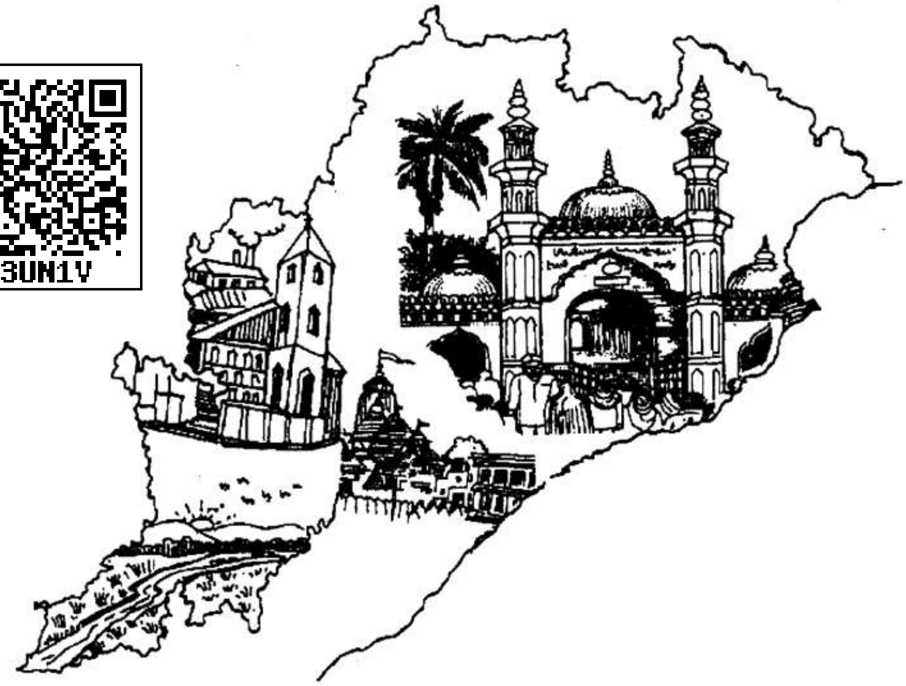

ہمارا اڈیشا

(یہ نظم خالد رحیم کی ہے۔ اصل نام رحیم بخش اور قلمی نام خالد رحیم ہے۔ پیدائش ۱۹۴۴ء بمقام کٹک ہوئی۔ ان کے متعدد شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں ''عکس در عکس''، ''جانوروں کا مشاعرہ''، ''غبارِ راہگزر'' اور جمال ہم نشیں'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نظم اور غزل پر یکساں عبور حاصل ہے۔ بہت زیادہ پُر گو شاعر ہیں۔ ان کی نظم ''ہمارا اڈیشا'' ان کے جذبۂ حب الوطنی کا واضح ثبوت ہے۔)

زمینِ اڈیشا کے ہم پاسباں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں

یہ سنتوں کی دھرتی یہ رشیوں کا دیس
یہ مذہب کی وادی یہ ولیوں کا دیس
یہ پھولوں کا گلشن یہ کلیوں کا دیس
ادیبوں کا مسکن یہ کویوں کا دیس

زمیں اس کی پیاری حسیں آسماں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں
یہاں گوپبندھو کی رفعت بھی ہے
مدھو سدن کی قابلیت بھی ہے
یہاں بوس کی عزم وہمت بھی ہے
اوپندر کے گیتوں کی عظمت بھی ہے
جگن ناتھ داس ایسا شاعر یہاں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں
یہاں سوخ ندیاں حسیں آب دار
یہاں سبز کھیتوں پہ رنگِ بہار
یہاں گنگناتے ہوئے آبشار
یہاں سر اٹھاتے ہوئے کوہسار
یہاں ہے سمندر کا دلکش سماں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں
کسانوں کی دھرتی یہ خُلد بریں
یہ خطّہ ہے ہندوستان کا نگیں
یہاں روزِ بازو پہ سب کو یقیں
یہ دہقان و مزدور کی سر زمیں
یہاں فصلِ محنت کا رنگیں سماں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں

دیارِ اڈیشا ہے نقشِ کہن
یہاں پر کلا کے ہیں لاکھوں رتن
یہیں سے اشوکا نے بدلا چلن
یہ ہے دیس بھگتوں کا پیارا وطن
یہاں لوگ رکھتے ہیں عزم جواں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں

اڈیشا کا اپنا ہے اک رکھ رکھاؤ
نہیں ہندو مسلم میں کچھ بھید بھاؤ
سبھی کو پسند ایکتا کا سبھاؤ
زبانوں کا جھگڑا نہ کوئی تناؤ
فضا امن پرور حسیں شادماں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں

اڈیشا ہمارا دیارِ طہور
اڈیشا کی مِٹی ہے آنکھوں کا نور
اڈیشا ہے خالدؔ کے دل کا سرور
یہاں علم و فن کو ملا ہے شعور
کریں اور کیا اس کی عظمت بیاں
ہمارا اڈیشا ہے جنت نشاں

معنی یاد کیجیے:

پاسباں	:	رکھوالی کرنے والا، نوکر
جنت نشاں	:	جنت کی طرح
سنت	:	سادھو، فقیر
رشی	:	منی
وادی	:	پہاڑوں کے درمیان سبزہ زار
مسکن	:	رہنے کی جگہ
رفعت	:	بلندی
عزم	:	ٹھوس ارادہ
عظمت	:	بڑا پن
آب دار	:	چمکتی ہوئی
آبشار	:	بلندی سے گرتا ہوا پانی
خلد بریں	:	جنت الفردوس
نگیں	:	انگشتری کا نگینہ
دہقان	:	کسان
دیار طہور	:	پاک جگہ، پاک شہر
سرور	:	خوشی
شعور	:	عقل وسلیقہ

سوچیے اور بتایئے:

(۱) پہلے بند میں شاعر نے اڈیشا کی عظمت کس طرح بیان کی ہے؟

(۲) تیسرے بند کا مطلب اپنی زبان میں لکھیے ۔

(۳) اس نظم کے مطالعہ سے کون سا سبق ملتا ہے؟

(۴) ’’یہاں پتھروں کو ملی ہے زباں‘‘ سے کیا مطلب ہے؟

نیچے لکھے ہوئے مصرعوں کو مکمل کیجیے:

(۱) ....یہ کلیوں کا دیس

(۲) ....عزم و ہمت بھی ہے

(۳) نہیں ہندو مسلم میں ....

(۴) یہاں ....آبشار

تشریح کیجیے:

کسانوں کی دھرتی یہ خُلد بریں
یہ خطّہ ہے ہندوستان کا نگیں
اڈیشا ہمارا دیارِ طہور
اڈیشا کی مٹی ہے آنکھوں کا نور

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے:

(۱) اڈیشا میں کیسے کیسے دلکش سماں ہیں؟ واضح کیجیے۔

(۲) شاعر نے اڈیشا کو دہقان و مزدور کی سرزمین کیوں کہا ہے؟

(۳) اڈیشا میں کونکون سے نقش کہن ہیں؟

☆☆☆

J44J3I

الطاف حسین حالؔی

حُبِّ وطن

(حالؔی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والدین کے سایہ سے محروم ہو گیے۔ تعلیم حاصل کرنے دہلی آئے اور مرزا غالبؔ کے شاگرد ہو گیے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد نواب مصطفیٰ خاں شیفتہؔ کے قرب سے ان کی شاعری چمکی۔ وہ اردو میں سیرت نگاری، تنقید، قومی شاعری اور نیچرل شاعری کے موجد ہیں ۱۹۱۴ء میں پانی پت میں وفات پائی۔)

اے وطن، اے مرے بہشت بریں
کیا ہوئے تیرے آسمان و زمیں

رات اور دن کا وہ سماں نہ رہا
وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا

تیری دوری ہے موردِ الزام
تیرے چُھٹنے سے چُھٹ گیا آرام

کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے
گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے

مٹ گیا نقش کامرانی کا
تجھ سے تھا لطف زندگانی کا

جو کہ رہتے ہیں تجھ سے دور سدا
ان کو کیا ہوگا زندگی کا مزا

ہوگیا یاں تو دو ہی دن میں یہ حال
تجھ بن ایک ایک پل ہے اک اک سال

سچ بتا تو سبھی کو بھاتا ہے
یا کہ مجھ ہی سے تیرا ناتا ہے

میں ہی کرتا ہوں تجھ پہ جان نثار
یا کہ دنیا ہے تیری عاشقِ زار

کیا زمانے کو تو عزیز نہیں
اے وطن تو تو ایسی چیز نہیں

جن وانسان کی حیات ہے تو
مرغ و ماہی کی کائنات ہے تو

ہے نباتات کا نمو تجھ سے
روکھ تجھ بن ہرے نہیں ہوتے

سب کو ہوتا ہے تجھ سے نشو ونما
سب کو بھاتی ہے تیری آب وہوا

تیری اک مشتِ خاک کے بدلے / لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

جان جب تک نہ ہو بدن سے جدا / کوئی دشمن نہ ہو وطن سے جدا

حملہ جب قوم آریا نے کیا / اور بجا ان کا ہند میں ڈنکا

ملک والے بہت سے کام آئے / جو بچے وہ غلام کہلائے

شودر کہلائے راکشش کہلائے / رنج پردیش کے مگر نہ اٹھائے

گو غلامی کا لگ گیا دھبّا / نہ چھٹا ان سے دیس ، پر نہ چھٹا

معنی بتایئے:

بہشت بریں	:	سب سے اعلیٰ درجے کی جنت
موردالزم	:	وہ شخص جس پر الزام لگایا جایے
سدا	:	ہمیشہ
جاں نثار	:	جان قربان کرنے والا
نشونما	:	پھلنا پھولنا، پالنہاری
ماہی	:	مچھلی
نباتات	:	پودے
روکھ	:	درخت
کامرانی	:	خوش نصیبی

سوچیے اور بتائیے:

(۱) نظم ''حب وطن'' میں بہشت بریں سے کیا مراد ہے؟

(۲) وطن سے دور رہ کر مسافر کی کیا حالت ہوتی ہے؟

(۳) شاعر نے وطن کی کیا کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟

(۴) نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

نیچے لکھے ہوئے الفاظ مذکر ہیں کہ مؤنث، بتاتے ہوئے جملوں میں استعمال کیجیے۔

وطن۔ زمین۔ سال۔ دنیا۔ نشوونما۔ آب وہوا۔ خاک۔ بہشت۔ جان۔ بدن۔ دشمن۔

نیچے لکھے ہوئے الفاظ کی اضداد (الٹے الفاظ) بتائیے:

بہشت۔ زمین۔ حیات۔ رات۔ دشمن۔

نیچے لکھے ہوئے شعر کو پڑھیے اور تشریح کیجیے:

تیری اک مشتِ خاک کے بدلے ☆ لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

نیچے لکھے ہوئے اشعار کو مکمل کیجیے:

کیا زمانے کو تو..........نہیں اے..........تو، تو ایسی..........نہیں

جن و انسان کی..........ہے تو ....کی کائنات..........تو

ہے نباتات کا..........تجھ سے روکھ تجھ بن..........نہیں ہوتے

☆☆☆

سیماب اکبرآبادی

مزدور

(شیخ عاشق حسین سیمابؔ اکبرآبادی ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے متعدد رسالے جاری کیے۔ جن میں ''شاعر''، ممبئ ابھی تک زندہ ہے۔ شاعری کا شوق ابتدائی عمر سے تھا۔ بہت سی کتابیں نثر و نظم میں انھوں نے تصنیف کی ہیں۔ اچھا کہنے والے استاد شاعروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کا انتقال ۱۹۵۱ء میں ہوگیا۔)

گرد چہرے پر، پسینے میں جبیں ڈوبی ہوئی
آنسوؤں میں کہنیوں تک آستیں ڈوبی ہوئی
پیٹھ پر نا قابلِ برداشت اک بارِ گراں
ضعف سے لرزی ہوئی سارے بدن کی جھریاں
ہڈیوں میں تیز چلنے سے چٹخنے کی صدا
درد میں ڈوبی ہوئی مجروح ٹخنے کی صدا
پاؤں مٹی کی تہوں میں میل سے چِکٹے ہوئے
ایک بدبو دار میلا چیتھڑا باندھے ہوئے
جارہا ہے جانور کی طرح گھبرایا ہوا
ہانپتا، گرتا، لرزتا، ٹھوکریں کھاتا ہوا
راستے میں راہ گیروں کی نظر سے بے نیاز
شورشِ ماتم سے نغموں کے اثر سے بے نیاز
مضمحل درماندگی سے اور فاقوں سے نڈھال
چار پیسے کی توقع، سارے کنبے کا خیال
اس کے دل تک زندگی کی روشنی جاتی نہیں
بھول کر بھی اس کے ہونٹوں پر ہنسی آتی نہیں

معنی یاد کیجیے:

گرد	:	دھول
جبیں	:	پیشانی، ماتھا
ضعف	:	کمزوری
صدا	:	آواز
مجروح	:	زخمی
راہ گیر	:	مسافر
شورش	:	ہنگامہ
مضمحل	:	اداس
فاقہ	:	بھوکا رہنا
توقع	:	امید
درماندگی	:	تکان، مصیبت

سوچیے اور بتائیے:

(۱) مزدور کی ان تمام مصیبتوں کی وجہ کیا ہے؟

(۲) اس کی محنت سے لوگوں کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟

(۳) مزدور کا دکھ درد کس طرح مٹ سکتا ہے؟

(۴) مزدور کے ہونٹوں پر ہنسی کیوں نہیں آتی؟

(۵) نظم کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھیے۔

تشریح کیجیے:

(الف) جا رہا ہے جانور کی طرح گھبرایا ہوا
ہانپتا، گرتا، لرزتا، ٹھوکریں کھاتا ہوا

(ب) اس کے دل تک زندگی کی روشنی جاتی نہیں
بھول کر بھی اس کے ہونٹوں پر ہنسی آتی نہیں

غور کیجیے:

☆ نظم میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے ''بے نیاز''۔ ''بے'' علامت سابقہ ہے۔
اسی طرح پانچ الفاظ لکھیے جن میں ''بے'' کا استعمال ہو۔

☆ اسی طرح ایک لفظ ہے ''بدبودار'' اس میں لفظ ''دار'' علامت لاحقہ ہے۔
''دار'' کا لفظ استعمال کر کے پانچ الفاظ لکھیے۔

نیچے لکھے ہوئے مصرعوں کو صحیح الفاظ سے مکمل کیجیے:

راستے میں ....کی نظر سے بے نیاز
مضمحل ....سے اور فاقوں سے ....
شورشِ ماتم سے ....کے اثر سے بے نیاز
چار پیسے کی ....سارے ....خیال

☆☆☆

J4HB6T

امجد نجمی

سلطان ٹیپو کی تلوار

(امجد نجمی اڈیشا کے سب سے اہم شاعر گذرے ہیں اور استادوں کے استاد مانے جاتے ہیں ۔ ۱۸۹۹ء میں کٹک میں پیدا ہوئے ۔ اپنے والد محمد یوسف سے شاعری ان کو ورثے میں ملی ۔ ان کے شعری مجموعے ''طلوع سحر'' اور ''جوئے کہکشاں'' بہت مشہور ہیں ۔ انہیں تمام اصناف سخن پر یکساں عبور حاصل تھا ۱۹۷۴ء میں کٹک میں انتقال ہوا۔ میسور کے بیراج کو سلطان ٹیپو کی تلوار انگلینڈ سے واپس مل جانے پر یہ نظم لکھی گئی تھی ۔)

ہو مبارک تجھ کو اے شہزادۂ والا تبار
ہاتھ تیرے آگئی ہے پھر یہ تیغِ آبدار

سارے ہندوستان میں تھی دھاگ اس تلوار کی
تھی جو یہ زیبِ تنِ ابنِ شہہِ حیدر علی

کون وہ سلطان ٹیپو؟ یعنی وہ بھارت کا ویر
جس نے آزادی کی خاطر کھائے تھے سینے پہ تیر

دشمنوں کے خون کی جس نے بہائیں ندّیاں
کارنامے جس کے اب بھی ہیں زمانے پر عیاں

ڈھونڈتی تھی جس کو تیری آنکھ، اس کو پا گئی
یعنی لنکا سے اجودھیا پھر یہ سیتا آگئی

ہاتھ آئے گی دوبارہ، کس کو تھی اس کی امید؟
تجھ کو دیتی ہے دعائیں روحِ سلطانِ شہید

دولتِ میسور میں اک اور اضافہ ہو گیا
ہاتھ آنا اس کا سونے پر سہاگہ ہو گیا

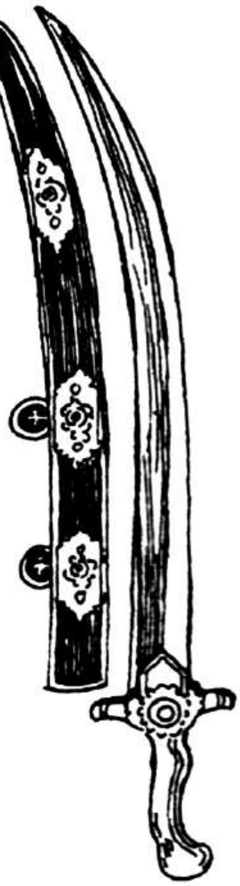

اس کو پا کر کس قدر خوش ہو گا اے بُراج تو
سارے عالم کے لیے ہے قابلِ رشک آج تو

ہند کی کھوئی ہوئی توقیر پھر ہاتھ آگئی
ملک کی کھوئی ہوئی جاگیر پھر ہاتھ آگئی

اپنے سینے سے لگا کر رکھ تو اس تلوار کو
بعد اک مدّت کے گویا حق ملا حق دار کو

نیک یہ آثار ہیں، یہ ہے سعادت کا شگون
یہ ہے بزم آرائیِ انوارِ قسمت کا شگون

ہاں بدلنے کو ہے اب رنگ گلستاں غم مخور
''یوسفِ گم گشتہ باز آمد بہ کنعاں غم مخور''

معنی یاد کیجیے:

والا تبار	:	بلند مرتبہ خاندان
تیغِ آبدار	:	چمکتی ہوئی تلوار
ابنِ شہہِ حیدر علی	:	حیدر علی بادشاہ کے بیٹے یعنی ٹیپو سلطان
عیاں	:	ظاہر
سلطان شہید	:	ٹیپو سلطان سے مراد ہے جو انگریزوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔
اضافہ	:	زیادتی، بڑھوتری
توقیر	:	وقعت، عزت
غم مخور	:	غم نہ کر

''یوسفِ گم گشتہ باز آمد بہ کنعاں غم مخور'': کھوئے ہوئے یوسف، شہر کنعان (مصر) کو واپس آ گیے ہیں، غم نہ کر

سوچیے اور بتائیے:

(۱) سارے ہندوستان میں کس تلوار کی دھاگ تھی؟

(۲) ''یعنی لنکا سے اجودھیا پھر یہ سیتا آ گئی'' یہاں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟

(۳) شاعر ''ملک کی کھوئی ہوئی جاگیر'' کسے کہتا ہے؟

(۴) ''اپنے سینے سے لگا کر رکھ اس تلوار کو'' یہاں شاعر کس سے مخاطب ہے؟

(۵) شاعر کس بات کو ''سعادت کا شگون'' قرار دیتا ہے؟

ذیل کے الفاظ مذکر ہیں کہ مؤنث بتاتے ہوئے اس نظم کے مختلف مصرعے ثبوت کے طور پر پیش کیجیے:

دھاک۔ خاطر۔ آنکھ۔ امید۔ اضافہ۔ توقیر۔

سیاق وسباق کے حوالوں کے ساتھ تشریح کیجیے:

دولتِ میسور میں اک اور اضافہ ہو گیا
ہاتھ آنا اس کا سونے پر سہاگہ ہو گیا

☆☆☆

سعید اختر

مژدۂ امن

(سعید اختر اڈیشا کے مشہور کہنہ مشق شاعر ہیں۔ پیدائش ۱۹۲۱ء میں بمقام کٹک ہوئی۔ غزل اور نظم دونوں اصناف پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ کولکتا اور جمشید پور کے ادبی ماحول سے استفادہ کیا۔ ان کی نظموں میں قوم و وطن کے لیے کچھ نہ کچھ پیغام رہتا ہے۔ نظم ''مژدۂ امن'' میں انہوں نے امن کا پیغام دیا ہے۔)

ہم امن و اماں کے متوالے اب ایسے ترانے گائیں گے
جو سینوں کو گرمائیں گے، جو روحوں کو برمائیں گے
ہم دنیا کے ہر گوشے تک آواز اپنی پہنچائیں گے
مانا کہ زباں کٹ جائے گی مانا کہ یہ لب سِل جائیں گے
جو کچھ بھی ہو دنیا والو مگر، ہم امن کا مژدہ لائیں گے

ہر چند کہ راہِ منزل میں اندیشۂ صبح و شام بھی ہے
احساسِ مصائب بھی برحق اور فکرِ غم و آلام بھی ہے
ہر گام حیات آغاز سہی ہر گام اجل انجام بھی ہے
ایسے میں بھلا یہ کس کو خبر کیا کھوئیں گے کیا پائیں گے
جو کچھ بھی ہو دنیا والو مگر ہم امن کا مژدہ لائیں گے

سکھ چین کی دنیا تج دیں گے، دکھ درد سے ناتہ جوڑیں گے
ہم خاک کے ذرے رولیں گے ہم چرخ کے تارے توڑیں گے
خطرات سے ہم کیا منھ موڑیں، خطرات کا منھ ہم موڑیں گے
انگاروں سے بھی کھیلیں گے، طوفان سے بھی ٹکرائیں گے
جو کچھ بھی ہو دنیا والو مگر ہم امن کا مژدہ لائیں گے

اب دھرتی کے پیاروں پر دھرتی تنگ نہ ہونے دیں گے ہم
افلاس زدوں کے چہروں کو بے رنگ نہ ہونے دیں گے ہم
لوتم سے وعدہ کرتے ہیں اب جنگ نہ ہونے دیں گے ہم
اس راہ میں ہر اک طاقت سے لڑ جائیں گے مر جائیں گے
جو کچھ بھی ہو دنیا والو مگر ہم امن کا مژدہ لائیں گے

معنی یاد کیجیے:

مژدہ	:	خوشخبری
برمانا	:	چھید کرنا (روح کو برمائیں گے = روح کو پاش پاش کر دیں گے)
مصائب	:	مصیبت کی جمع
آلام	:	الم کی جمع، مصیبتیں
گام	:	قدم
اجل	:	موت
تج دینا	:	چھوڑ دینا، ترک کرنا
چرخ	:	آسماں
افلاس زدہ	:	غربت کا مارا، انتہائی غریب

سوچیے اور بتائیے:

(۱) نظم ''مژدۂ امن'' میں شاعر نے کس طرح کا ترانہ گانے کو کہا ہے؟

(۲) ''ہر گام حیات آغاز سہی، ہر گام اجل انجام بھی ہے'' سے شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟

(۳) شاعر نے سکھ چین گنوا کر دنیا میں کیا کرنے کا مشورہ دیا ہے؟

(۴) شاعر نے دھرتی کے پیاروں کو کیا کرنے کا حوصلہ دیا ہے؟

(۵) امن کا مژدہ کس طرح ہم لائیں گے؟

(۶) نظم کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھیے۔

سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح کیجیے:

اس راہ میں ہر اک طاقت سے لڑ جائیں گے مر جائیں گے
جو کچھ بھی ہو دنیا والو مگر ہم امن کا مژدہ لائیں گے

☆☆☆

سیتا جی کی آہ وزاری

(رام چندر جی کے بن باس کے وقت)

(یہ نظم سرور جہاں آبادی کی ہے جو حب الوطنی، جذبات نگاری اور درد واثر پر مبنی شاعری کے لیے مشہور ہیں۔ درگا سہائے نام اور سرورؔ تخلص تھا۔ ۱۸۷۳ء میں جہاں آباد ضلع پیلی بھیت کے ایک کائستھ خاندان میں پیدا ہوئے۔ افسوس کہ انہوں نے صرف ۳۷ر سال کی عمر میں ۱۹۱۰ء میں انتقال کیا۔ اس کم عمری میں انہوں نے اردو کا جو وقیع ادبی سرمایہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے، وہ انھیں زندۂ جاوید ہونے کی سند عطا کرتا ہے۔)

همراہ اپنے، بن کو مجھے ناتھ لے چلو
ریکھا تمہارے چرنوں کی ہوں، ساتھ لے چلو

نازک ہے میرا شیشۂ دل، ٹوٹ جائے گا
چھوٹا تمہارا ساتھ، تو جی چھوٹ جائے گا

راتیں نہ کٹ سکیں گی اکیلے فراق کی
کڑیاں، وہ جس نے جھیلی ہوں، جھیلے فراق کی

قسمت نے جب سے باپ کے گھر سے کیا جدا
سوامی! مجھے نہ تم نے نظر سے کیا جدا

پُتلی کی طرح آنکھوں میں شام و سحر رہی
دکھ آج تک سہا نہ غمِ انتظار کا
صدمے تمہارے ہجر کے کیوں کر اٹھاؤں گی
گھر میں جو چھوڑ جاؤ گے سیتا غریب کو
تا ریک تم بغیر ہے عالم مرے لیے
صحرا مجھے چمن ہے، رفاقت میں آپ کی
یوں ہر! تمہارے ساتھ پھروں گی میں بن میں خوش
پیتامبر سمجھ کے درختوں کی چھال کو
سوامی! جو تم ہو ساتھ تو کیسا الم کدہ
سبزہ بنا کے لائے گا بستر مرے لیے

پہلو میں بن کے صبر و شکیبِ جگر رہی
مجھ پر کرم رہا ، ستم روزگار کا
میں مرمٹوں گی، دکھ جو یہ دم بھر اٹھاؤں گی
پاؤ گے بن سے آکے نہ جیتا غریب کو
فردوس بھی ہے آہ جہنم مرے لیے
دنیا کے سارے عیش ہیں، خدمت میں آپ کی
بھونرا کلی کلی پہ ہو، جیسے چمن میں خوش
آراستہ کروں گی قدِ نو نہال کو
خس پوش جھونپڑا، مجھے ہو گا صنم کدہ
جھولا جھلانے آئے گی صر صر مرے لیے

صورت تمہاری دیکھ کے غم بھول جاؤں گی
صحرا کے سارے رنج والم بھول جاؤں گی

معنی یاد کیجیے:

ناتھ	:	آقا،شوہر
ریکھا	:	نشان،لکیر
چرن	:	قدم
سوامی	:	آقا،شوہر
شکیب	:	صبر،برداشت
ستم روزگار	:	زمانے کی سختیاں
ہر	:	بھگوان،شوہر(ہری کا مخفف)
پیتامبر	:	زرد رنگ کا ریشمی کپڑا
خس پوش	:	گھاس پھوس
صرصر	:	تیز ہوا،آندھی

سوچیے اور بتائیے:

(۱) سیتا جی، رام چندر جی کے ساتھ کیوں جانا چاہتی تھیں؟

(۲) سیتا جی نے رام چندر جی سے اپنا تعلق کس کس طرح ظاہر کیا ہے؟

(۳) سیتا جی نے بن باس کی تکلیفوں کو کس راحت قرار دیا ہے؟

(۴) رام چندر جی سیتا جی کو چھوڑ کر گیے تو ان پر کیا بیتے گی؟

(۵) ''صحرا مجھے چمن ہے، رفاقت میں آپ کی'' اس مصرع کا مطلب لکھیے۔

غور کیجیے:

(الف) (۱) نازک ہے میرا شیشۂ دل، ٹوٹ جائے گا'' کا مطلب ہے: میرا دل شیشہ کی طرح نازک ہے۔

(۲) پہلو میں بن کے صبر و شکیبِ جگر رہی'' کا مطلب ہے: میں صبر و شکیب جگر کی طرح پہلو میں رہی۔

(۳) خس پوش جھونپڑا، مجھے ہوگا صنم کدہ'' کا مطلب ہے: خش پوس جھونپڑا میرے لیے (آرام میں) صنم کدہ کی مانند ہوگا۔

یہ سب تشبیہہ کے مختلف طریقے ہیں۔ اس نظم میں سے اور مصرعے تلاش کیجیے جن میں تشبیہہ کا استعمال کیا گیا ہو۔

(ب) نظم میں جدائی کے لیے کون کون سے الفاظ استعمال ہویے ہیں؟

سیاق و سباق کے حوالے سے تشریح کیجیے:

سبزہ بنا کے لائے گا بستر مرے لیے
جھولا جھلانے آئے گی صر صر مرے لیے

☆☆☆

رحمتِ عالم حضرت محمد ﷺ

JD5U49

تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی دنیا میں کفر و شرک کا زور بڑھا تو ربِ کائنات جل شانہٗ نے انسانوں کے رشد و ہدایت کے لیے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام اس دنیا میں تشریف لایے۔

حضرت عیسیٰؑ کے تقریباً پانچ سو برس بعد خدا نے رسول کونین ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اس زمانے میں عرب کے حالات انتہائی ابتر ہو چکے تھے۔ انسان تھا، مگر انسانیت غائب ہو چکی تھی۔ آدمی تھا، مگر آدمیت کا کوسوں دور تک پتہ نہ تھا۔ وہ ایسا سنگین وقت تھا کہ انسانوں میں ایمان و عمل دونوں پوری طرح ختم ہو چکے تھے۔ ایمان اور عقیدے کا یہ عالم تھا کہ خدا وحدہ لاشریک کی پرستش سے یکسر منہ موڑ کر پتھر، درخت، چاند، سورج وغیرہ کو اپنا معبود سمجھ کر پوجا کیا جا رہا تھا۔ بداعمالی کا یہ عالم تھا کہ لوگوں میں ہر طرح کی برائیاں عام ہو چکی تھیں۔ قتل، رہزنی، جوا، شراب نوشی، عورتوں کا اغوا، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا عام ہو چکا تھا۔

ایسے پرفتن دور میں ضرورت تھی ایسے ہادی کی، جو اپنی خداداد قوت سے انسانوں کے اندر انسانیت جگا سکے۔ خدا کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ چنانچہ روایت کے مطابق واقعہ ''اصحاب فیل'' کے ۵۵ دنوں کے بعد ۱۲/ربیع الاول مطابق ۱۲/اپریل ۵۷۱ء کو آپ پاکیزہ بدن، ناف بریدہ ختنہ شدہ بحالت سجدہ مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حضرت عبداللہ اور والدہ کا نام حضرت آمنہ تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت کا مژدۂ جانفزا سنتے ہی آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب خوش خوش کعبہ سے اپنے گھر آئے اور اپنے نوری پیکر پوتے کو کلیجے سے لگا کر کعبۃ اللہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی، اور آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔ سب سے پہلے سات روز تک اپنی ماں کا دودھ پیا۔ پھر آپ نے ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ کا دودھ نوش فرمایا۔ عرب کے رسم کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ کو اپنے ساتھ دیہات کی کھلی فضا میں لے گئیں، اور اپنے قبیلے میں رکھ کر دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ ان ہی کے پاس آپ کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔

جب آپ چلنے پر قادر ہوئے تو باہر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل سے پرہیز کرتے۔ اگر لڑکے آپ کو کھیلنے کے لیے بلاتے تو آپ فرماتے کہ میں اس دنیا میں کھیل کود کے لیے نہیں پیدا ہوا ہوں۔

آپ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ والدہ کی رحلت کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے انتہائی شفقت و محبت کیساتھ آپ کی پرورش فرمائی۔ ابھی آپ نے عمر کی آٹھ بہاریں دیکھی تھیں کہ آپ کے دادا کا انتقال ہوگیا۔ پھر آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائی۔ ابوطالب کی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کو ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دیتے تھے۔

جب آپ کی عمر پچیس برس کی ہوئی تو آپ کا نکاح قریش کی چالیس سالہ خاتون حضرت خدیجہؓ سے ہوا، جو تادمِ حیات آپ کے شانہ بشانہ رہیں۔ دین کے فروغ میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے تولد ہوئیں۔

جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کر دی اور عمارت اس جگہ تک پہنچی جہاں حجرِ اسود تھا، قریش کے قبیلوں کے درمیان ایک تناؤ پیدا ہوگیا۔ ہر قبیلہ یہ جانتا تھا کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ نصب کریں تاکہ یہ عمل اس قبیلے کے لیے فخر کا باعث ہو۔ اختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ تلوار نکلنے کی نوبت آ گئی۔ آخر کار سارے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ صبح حرم شریف میں جو سب سے پہلے داخل ہوگا اس کے فیصلے پر عمل کیا جایے گا۔ خدا کی شان کہ سب سے پہلے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ حرم شریف میں داخل ہویے۔ آپ کو دیکھتے ہی قریش بہت خوش ہویے اور سب بیک زبان پکار اٹھے "بخدا یہ امین و صادق ہیں۔ جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں۔" آپ نے ایسا دلکش اور تاریخی فیصلہ کیا کہ قریش فوراً رضامند ہوگیے۔ آپ نے فرمایا حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا جایے اور اس چادر کو قبیلوں کا ایک ایک سردار پکڑ کر اس جگہ لے چلے جہاں حجر اسود آج نصب ہے۔ اس طرح سارے قبائل کی شرکت ہو جائے گی اور حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف ہر ایک کو حاصل ہو جایے گا۔ جب پتھر چادر سمیت اپنی جگہ پر آ گیا تو آپ ﷺ

نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اٹھا کر اس جگہ نصب فرما دیا۔ اس طرح عرب کی ایک بڑی لڑائی آپ کے حسنِ تدبیر سے رک گئی۔

جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی اللہ کی وحی کے مطابق ۶۱۰ء میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اور دعوتِ حق وتبلیغ ِ اسلام کے لیے آپ پورے طور پر مصروف ہو گیے۔ آپ کی دعوت حق پر لبیک کہتے ہوے عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علی مرتضیٰؓ اور مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور غلاموں میں زید بن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا۔

تین سال تک آپ انتہائی پوشیدہ طور پر راز داری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ پھر اعلان نبوت کے چوتھے سال اللہ نے وحی فرمائی کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھلے عام بیان فرمائیے۔ یہ حکم ملتے ہی آپ کسی کی پرواہ کیے بغیر علانیہ طور پر دعوت حق کا فریضہ انجام دینے لگے۔ بت پرستی کی برملا مذمت کرنے لگے۔ جب کفار نے بتوں کی مذمت سنی تو آپ کے اور مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گیے اور ایذا رسانی کی کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

چنانچہ آپ کو کاہن، ساحر، شاعر، دیوانہ اور مجنوں کہا جاتا۔ آپ جب راستے پر چلتے شریر لڑکے آپ پر پتھر کی بارش کرتے، کبھی آپ کی راہوں میں کانٹے بچھاتے، کبھی آپ پر نجاست ڈالتے اور کبھی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔ غرض کہ کفار مکہ نے ظلم وستم کے ایسے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین دہل اٹھی۔ آخر آپؐ نے صحابۂ کرام کو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جانے کی عام اجازت دے دی اور خود بھی کفار مکہ کے ناپاک ارادوں سے مطلع ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گیے۔

پھر آٹھ سال بعد رمضان المبارک ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء میں حضور ﷺ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوے۔ آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ سرِ مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔ افواجِ اسلام کے علاوہ ہزاروں کفار ومشرکین کا ایک زبردست ازدحام تھا۔ مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اشرافِ قریش لرزاں وترساں، سر جھکایے ہوے نیچی نگاہ کیے کھڑے ہیں، اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے ہیں کہ آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیل اور کوّوں کو کھلا دی جائیں گی۔ ہمارے بچوں کو خاک وخون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر دیا جایے گا۔ ان مجرموں سے آپؐ نے پوچھا کہ بولو! تم کو کچھ معلوم ہے کہ تم سے آج کیا سلوک کیا جایے گا۔ اس سوال سے مجرمین گھبرا کر کانپ اٹھے اور عرض کرنے لگے کہ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔

مجرموں کے کان رحمت عالم ؐ کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے۔آپ ؐ نے فرمایا کہ آج تم پر کوئی الزام نہیں۔جاؤ،تم سب کے سب آزاد ہو۔یہ فرمانِ عالی شان سن کر تمام مجرمین ندامت سے اشک بار ہو گے۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ سارے جہاں کے لیے رحمت بن کر تشریف لایے۔آپ کے خلق کو خدائے تعالیٰ نے عظیم اور عمدہ فرمایا ہے۔حضور ﷺ کی ذاتی خوبیوں نے مذہب اسلام کو بلند کر دیا۔تاریخ گواہ ہے کہ آپ ایک تنگ وتاریک گلی سے گزر رہے ہیں۔ایک مکان کی چھت سے ایک یہودی عورت آپ پر کوڑا اچھینکتی ہے۔آپ گردآلود ہو جاتے ہیں۔مگر آپ نے صبر سے کام لیا اور روز اسی گلی سے گزرتے رہے۔وہ عورت بھی روز روز کوڑا اچھینکتی رہی۔کچھ دنوں کے بعد یکا یک کوڑا اچھینکنا بند ہو گیا۔آپ نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ کوڑا اچھینکنے والی خاتون بستر مرگ پر پڑی ہے۔آپ فوراً اس کی عیادت کو پہنچ گیے۔خیریت دریافت کی اور تسلی آمیز کلمات ارشاد فرمایے۔آپ کے اس اخلاق سے وہ یہودی عورت بے حد متاثر ہوئی،فوراً توبہ کر کے اس نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ ؐ کا عدل بھی بے مثال تھا۔آپ نے کبھی بھی جانب داری سے کام نہیں لیا۔ایک روایت میں آتا ہے کہ قبیلۂ قریش کے خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔اسلام میں چوری کی سزا ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہنچوں تک کاٹ دیا جایے۔قبیلۂ قریش کو بڑی فکر ہوئی کہ اگر یہ سزا دے دی جایے تو ان کی خاندانی شرافت پر بدنما داغ ہوگا۔چنانچہ حضرت اسامہ بن زید کے ذریعہ سفارش کی گئی تو آقا ﷺ کی پیشانی سرخ ہوگئی اور فرمایا ''اے اسامہ! تو اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے'' پھر آپ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہو گیے کہ جب ان میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر سزائیں قائم کرتے تھے۔خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو یقیناً اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔''

اسی طرح وعدہ کی پابندی آپ کا خاص وصف تھا جس سے وعدہ کرتے اسے پوا فرماتے۔اعلانِ نبوت سے قبل حضرت ابوالحمسا نے حضور ﷺ سے کچھ سامان خریدا۔اس سلسلے میں کچھ رقم باقی رہ گیا۔انہوں نے عرض کیا کہ آپ یہاں ٹھہرے رہیے،ابھی ابھی میں گھر سے رقم لا کر دیتا ہوں۔آپ نے ٹھہرنے کا وعدہ فرما لیا۔مگر گھر پہنچ کر حضرت ابوالحمسا اپنا وعدہ بھول گیے۔جب تیسرے روز خیال آیا تو رقم لے کر اس جگہ پہنچے تو دیکھا،حضور ﷺ اسی جگہ ان کا انتظار فرما رہے ہیں۔انہیں دیکھ کر آپ کی پیشانی پر بل نہیں آیا۔آپ نے صرف یہ فرمایا کہ:اے نوجوان! تم نے مجھے

مشقت میں ڈال دیا، کیوں کہ میں اپنے وعدے کے مطابق تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

آپ تمام نبیوں میں آخری نبی اور سرچشمۂ ہدایت ہیں۔ آپؐ کی پاکیزہ تعلیمات بے مثال ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ حسد اور جلن سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ خدا ہی کے لیے کسی سے محبت کرو اور خدا ہی کے لیے کسی سے بے زاری۔ بہادر وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ صبر کرنے والے کو دو درجہ ملتا ہے، ایک مصیبت کا اور دوسرا اس پر صبر کرنے کا۔ بے شک اللہ صبر کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ اسے سر بلندی عطا فرمایے گا۔ تم سب مسلمانوں میں، سب سے زیادہ وہ شخص مجھے محبوب ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اللہ کے نزدیک وہ شخص بہت پیارا ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہے جیسا کہ باپ کا حق بیٹے پر۔ رشتہ داروں سے تعلق ختم کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ سلام میں پہل کرنے والا غرور وتکبر سے پاک ہوتا ہے۔ جنت ماں کے قدموں کے تلے ہے، اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔

ہمیشہ سچ بولو، جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹے آدمی کا اعتبار نہیں اس لیے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تب فرشتہ اس سے ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔ چغلی مت کھاؤ، کیوں کہ چغل خور جنت میں نہیں جایے گا۔ امانت میں خیانت نہ کرو، کیوں کہ خیانت کرنے والے پر سخت عذاب ہوگا۔ رشوت نہ لینا، کیوں کہ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ سود نہ کھانا، کیوں کہ سود خور اللہ کو پسند نہیں اور وہ سخت عذاب اور سزا پایے گا۔ بڑوں کی تعظیم کرنا اور چھوٹوں پر رحم کرنا۔ ایک خدا کی عبادت کرنا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور اس پر عمل کرتے رہنا۔ کبھی کسی کا دل نہ دکھانا اور تکلیف نہ پہنچانا، کسی پر ظلم نہ کرنا، غصہ نہ کرنا۔ ظالم سے طاقت اور قدرت ہونے کے باوجود بدلہ نہ لینا بلکہ عفو ودرگذر کا معاملہ کرنا۔ کیوں کہ غصے کو پینے والا اور معاف کرنے والا آدمی اللہ کو بے حد پسند ہے۔ پنج وقتہ نماز پابندی سے پڑھنا، اپنے مال کی زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا، طاقت اور مالی حیثیت ہو تو حج کرنا۔ جو مسلمان صبح کو کسی مسلمان کی عیادت کو نکلتا ہے، شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعایے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو مریض کی عیادت کرنے نکلتا ہے صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعایے مغفرت کرتے رہتے ہیں، اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ لگا دیا جاتا ہے۔

حصور ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا صرف اس لیے تھا کہ دینِ اسلام کے احکام خدا کے بندوں تک پہنچا دیں، اور آپ نے یہ کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ جب دینِ اسلام مکمل ہو چکا تو آپ ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق ۶۳۲ء دوشنبہ کے دن تیسرے پہر اس دنیاے فانی سے رحلت فرما گیے۔ صد ہزار درود وسلام ہو مصطفیٰ جانِ رحمت سرورِ دو عالم ﷺ پر۔

(ادارہ)

معنی اور اشارے:

مبعوث	:	بھیجا گیا، پیدا کیا گیا
معبود	:	جس کی عبادت کی جایے
پرفتن	:	فتنہ وفساد سے بھرپور
ناف بریدہ	:	ناف کٹا ہوا
مژدۂ جانفزا	:	خوش خبری
نوش فرمایا	:	پیا
ازدحام	:	جمگھٹا، بھیڑ
اللہ کو پیاری ہوگئیں	:	انتقال کرگئیں
قبائل	:	قبیلہ کی جمع، بہت سے قبیلے
ایذا رسانی	:	تکلیف پہنچانا
نیست ونابود کرنا	:	بالکل فنا کردینا
مجرمین	:	مجرم کی جمع
عیادت	:	بیمار کا حال پوچھنا

(یاد رکھیے: لفظ ازدحام عربی لفظ ہے، بہت سے لوگ اسے ''اژدہام'' لکھتے ہیں جو غلط ہے)

سوچیے اور بتائیے:

(۱) اللہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے کیا کرتا ہے؟

(۲) حضرت محمد ﷺ کی پیدائش سے قبل عرب کی کیا حالت تھی؟

(۳) حضرت محمد ﷺ کب، کہاں اور کس حالت میں پیدا ہوئے؟

(۴) آپ کے دودھ پینے کا زمانہ کس طرح گزرا؟

(۵) آپ کو امین و صادق کیوں کہا جاتا تھا؟

(۶) حضرت خدیجہؓ کون تھیں؟

(۷) حجر اسود نصب کرنے کے لیے تناؤ کیوں پیدا ہوا؟

(۸) اس تناؤ کو پیارے رسولؐ نے کس طرح حل فرمایا؟

(۹) کتنے سال کی عمر میں آپؐ نے نبوت کا اعلان کیا اور کن لوگوں نے پہلے اسلام قبول کیا؟

(۱۰) کفار مکہ نے آپؐ کی کیوں مخالفت کی؟

(۱۱) اعلانِ نبوت کے بعد کفار مکہ نے کیا سلوک کیا؟

(۱۲) فتح مکہ کے دن پیارے رسولؐ نے دشمنوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟

(۱۳) یہودی عورت نے اسلام کس طرح قبول کیا؟

(۱۴) حضرت اسامہ بن زید کی سفارش پر آقا ﷺ نے کیا جواب دیا؟

(۱۵) حضرت ابوالحمسا کے بھول جانے پر پیارے رسول ﷺ کے تاثرات کیا تھے؟

(۱۶) پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات میں سے پانچ تعلیمات لکھیے۔

(۱۷) عیادت کی فضیلت کے بارے میں آقا ﷺ کا کیا فرمان ہے؟

☆☆☆

کاشت کاری

کوئی پیشہ ایسا نہیں ہے جو کاشت کاری یا کھیتی باڑی سے زیادہ قابلِ قدر ہو۔ یہ خود انسان کے لیے کار آمد اور نہایت ضروری ہے۔ لوگ ملازمت یا جارت کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں، کاشت کاری کی طرف نہیں دیتے۔ عموماً چھوٹے کسانوں کی اپنی زمین نہیں ہوتی۔ زمین کی پیداوار کا ایک بڑا حصہ زمین کے مالک کے پاس جاتا ہے۔ سائنسی طریقوں سے واقف نہ ہونے پر پیداوار کی مقدار بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ اس لیے کسان کے پاس جو کچھ بچا رہتا ہے اس سے اس کا پورا خرچ بھی نہیں نکلتا۔

کاشت کاری کے سائنسی اصول اپنائے جائیں تو ان سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہوسکتا ہے۔ اتنا نفع جو کسی بڑی سے بڑی تجارت سے بھی ممکن نہیں۔ ہر قسم کی کاشت کاری کے لیے ایک ہی قسم کی تعلیم مفید نہیں ہوتی۔ الگ الگ موسم میں الگ الگ طریقے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ کاشت کاری کی تعلیم سے پوری واقفیت اور مہارت حاصل کی جائے تو ملک میں ایک نیا سبز انقلاب آجائے۔ سارے ملک کا شیرازہ اسی کاشت کاری کے طفیل بندھا ہوا ہے۔

ہندوستان کی زیادہ سے زیادہ آبادی گاؤں میں بستی ہے اور اس کا پیشہ کاشت کاری یا زراعت ہے۔ اسی وجہ سے ہندوستان کو "زراعت کا ملک" کہا جاتا ہے۔ ایک کسان کی زندگی نہایت سادہ ہوا کرتی ہے۔ شہری زندگی کی طرح اس میں تصنع کا نام ونشان تک نہیں ہوتا۔ کسان کو حقیقی خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے بوئے ہوئے بیج پھل لا رہے ہیں۔ کھیت کو سرسبز، تروتازہ دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی محنت ٹھکانے لگائی ہے۔

زراعت کا فن دنیا میں سب سے پہلے ایجاد ہوا اور باقی تمام فنون اس کے پیچھے ایجاد ہوئے۔ اس لیے تقریباً ہر علاقے کی یونی ورسٹی میں کم سے کم ایک کالج ایسا ہوتا ہے جس میں فنِ زراعت کو مکمل طور پر سکھایا جاتا ہے۔ خواہ زمین دار اور کسان ایک ہی شخص ہو یا جدا جدا زمین کی پیداوار بڑھانے میں سب کا فائدہ ہے۔ کیونکہ سارا ملک زراعتی پیداوار کا محتاج ہوتا ہے۔ آج کل زراعت کے ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے مشین اور آلات موجود ہیں۔ اسی طرح زمین کے تیار کرنے اور مویشی پالنے کی سینکڑوں ترکیبیں دریافت کی گئی ہیں۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا جب زراعت جاہلوں اور گنواروں کا پیشہ سمجھا جاتا تھا۔

اب ہمارے ملک کے پڑھے لکھے نوجوان اس کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ زراعت کا مقصد صرف اناج (گیہوں، چاول، دال، جو، جوار، مکئی، وغیرہ) اگانا نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ پھیلا ہوا ہے۔ چائے کے باغات لگانا، زعفران، آلو، پیاز، ادرک، لہسن اور طرح طرح کی سبزیاں اگانا۔ سرسوں، سورج مکھی، مونگ پھلی وغیرہ کھیتوں میں اگا کر تیل نکالنے پر کسان کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ناریل اور تاڑ سے بھی تیل نکالا جاتا ہے۔ گنے اور کپاس، جوٹ کے علاوہ کیلے، آم، کاجو بادام، سنترے، سیب، امرود، تربوز، خربوزہ، شریفے، اناناس وغیرہ پھلوں کی کاشتکاری بھی نفع بخش ثابت ہوتی ہے۔ جو کسان صرف کاشت کاری پر امید لگایے بیٹھے رہتے ہیں، وہ لوگ موسم کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے یا کیڑوں کے لگ جانے کی وجہ سے فصل کے برباد ہونے پر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ حکومت کی جانب سے شام کو اکثر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے زریعے مفید اور کاشت کاری سے متعلق کارآمد مشوروں کے علاوہ نت نیے گُر اور ٹکنک کی جانکاری ماہرین زراعت کسانوں کو دیا کرتے ہیں۔ ہر فصل کو اگانے کا طریقہ، بہتر کھاد اور کیڑا مار ادویات کے استعمال کا وقت اور طریقہ بھی بتایا جاتا ہے۔ آب پاشی، بیج، زراعت سے متعلق سرکاری اسکیموں بلکہ بینکوں سے قرض حاصل کرنے کا طریقہ وغیرہ بھی بتایا جاتا ہے۔ بہر صورت حکومت کی جانب سے کسانوں کی حوصلہ افزائی کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے باوجود کسان ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔ فصل کی بربادی برداشت نہیں کر پاتے اور کبھی کبھی بینک کا قرض ادا نہ کرنے پر اپنا دماغی توازن کھو کر جان گنوا بیٹھتے ہیں۔ آج کل ہر کسان کو حکومت کی جانب سے ''کسان کارڈ'' دیا جاتا ہے جسے استعمال کر کے وہ کم سود پر بینک سے قرض لے سکتا ہے۔ کبھی کبھی حکومت ان کے قرض کو معاف بھی کر دیتی ہے۔ لہذا! آج کے دور میں کسان کو پست ہمت نہیں ہونا چاہیے۔ حکومت کی جانب سے کاشت کاری کے پہلو بہ پہلو مویشی، مرغی اور مچھلی کی افزائش نسل کے لیے مالی امداد بھی پہنچائی جاتی ہیں، جن سے ہمارے کسانوں کو بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ (ادارہ)

معنی یاد کیجیے:

کارآمد	:	کام میں آنے والا
ملازمت	:	نوکری
مقدار	:	اندازہ
زراعت	:	کھیتی
فنون	:	فن کی جمع یعنی بہت سے ہنر
تصنع	:	بناوٹ، اوپری نمائش
آلات	:	آلہ کی جمع، ہتھیار
ادویات	:	دوا کی جمع، دوائیں
مویشی	:	چوپایے
افزائشِ نسل	:	نسل کو بڑھانا
امداد	:	مدد کرنا

سوچیے اور بتائیے:

(۱) ہندوستان کو زراعت کا ملک کیوں کہا جاتا ہے؟

(۲) ہمارے ملک کے پڑھے لکھے نوجوان اب کاشت کاری کی طرف کیوں مائل ہو رہے ہیں؟

(۳) کاشت کاری کی ترقی میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

(۴) کھیتی باڑی کے پرانے طور طریقوں میں اور آج کے کھیتی باڑی کے طریقوں میں کیا فرق ہے اور کیوں؟

(۵) زمین کی پیداوار بڑھانے میں کون کون سے طریقے بہتر ہیں؟

☆☆☆

پڑوسیوں سے حسن سلوک

ہر مذہب میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تلقین کی گئی ہے۔خصوصاً ہمارے مذہب میں اس پر خاص توجہ دی گئی ہے اور پڑوسی کا حق ایک منفرد اور جداگانہ حق ہے، جو پڑوسی ہونے کی بنیاد پر انسان کو ملتا ہے۔مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور شریفانہ برتاؤ پیش کریں کہ انہیں ہماری طرف سے پورا پورا اطمینان ہو اور ہماری جانب سے کسی ظلم اور تکلیف کا اندیشہ ان کے دلوں میں نہ رہے۔ پڑوسیوں سے حسن سلوک ایمان کا حصہ ہے، جس کے بغیر کامل ایمان کا دعویٰ کرنا بے معنی ہے۔معاشرہ میں رہنے والا ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت سے دوسرے کا ہمسایہ ہوتا ہے۔

ہمسایہ صرف وہ نہیں جس کا دروازہ آپ کے دروازے کے سامنے ہو۔ہمسایوں میں وہ افراد اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آپ کے ساتھ دفتر میں کام کرتے ہیں، آپ کی فیکٹریوں اور کارخانوں میں آپ کے ساتھ مل کر مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ہمسایوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جس کی دکانیں آپ کی دکان سے ملی ہوئی ہیں۔ہمسایوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آپ کے ساتھ سفر کرتے ہیں یا درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں یا آپ کے ساتھ کاروباری تعلق رکھتے ہیں۔ان سب کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔لفظ ''ہم سائیگی'' کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

پڑوس کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ صرف انسانوں میں نہیں ہے بلکہ جنگل کے جانوروں اور پرندوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ایک باغ میں امرود کا پیڑ بہت پرانا تھا۔اس کی ایک شاخ پر چڑیا رہتی تھی۔ چڑیا کے دو ننھے منے خوب صورت بچے تھے۔اسی درخت کی دوسری شاخ پر ایک کوّے نے اپنا گھونسلا بنایا۔کوّا اپنے گھونسلے میں اکیلا رہتا تھا۔ پہلے تو چڑیا کو بڑا خوف ہوا کہ کہیں کوّا اس کے بچوں کو کھا نہ جایے، لیکن رفتہ رفتہ کوّے اور چڑیا میں بڑی دوستی ہوگئی۔ جب چڑیا کہیں باہر جاتی کوّا اس کے بچوں کی نگرانی کرتا۔کوّا باہر جاتا تو چڑیا اس کے گھونسلے کی دیکھ بھال کرتی۔

ایک دن کوّا بیمار ہوگیا اور کھانے دانے کی تلاش میں باہر نہ جاسکا۔اس نے چڑیا سے کہا ''پیاری چڑیا ! جب تم اپنے بچوں کے لیے دانے کی تلاش میں جاؤ، تو کچھ میرے لیے بھی لیتی آنا۔ ''بہت اچھا'' چڑیے نے کہا۔ بچوں کو سوتا چھوڑ کر چڑیا دانہ لینے باہر چلی گئی۔ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اتنے میں درخت پر کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی۔

کوّے نے گھونسلے سے سر باہر نکالا۔ایک بلّی چڑیے کے بچوں کو کھانے کی تاک لگائے بیٹھی تھی۔اسے دیکھ کر کوّا سہم گیا۔وہ بچوں کو بچانے کی ترکیب سوچنے لگا۔اتنے میں چڑیے کے بچے جاگ اٹھے اور بلّی کو دیکھ کر خوف سے چلانے لگے۔کوّے نے سوچا: اگر وہ بچوں کو نہ بچا سکا تو چڑیا اسی پر شک کرے گی۔اچانک کوّا اڑا اور چڑیا کے گھونسلے کے اوپر والی شاخ پر جا بیٹھا۔پھر اپنی چونچ سے درخت پر لگے ہوئے بڑے بڑے امرود شاخ سے توڑنے لگا اور نیچے گرانے لگا۔اس کام میں اس کی چونچ بھی زخمی ہوگئی۔اس طرح اوپر سے کئی سخت امرود لگاتار بلّی پر گرے۔بلّی بہت گھبرائی اور دوسری شاخ پر کود گئی۔کوا بھی اڑ کر اس کے اوپر والی شاخ پر آ بیٹھا اور پھر اس نے چار پانچ امرود ایک ساتھ بلّی کے سر پر گرائے۔بلّی کے سر سے خون بہنے لگا۔میاؤں میاؤں کرتی ہوئی وہ بھاگ گئی۔تھوڑی دیر بعد چڑیا بھی لوٹ آئی۔بچوں نے اسے سارا قصہ سنایا۔چڑیا بہت خوش ہوئی اور کھانے کے لیے کوّے کو اپنے گھر بلالائی۔

بچو! دیکھا آپ نے کوّے نے چڑیا کے بچوں کی کس طرح مدد کی اور ان کی حفاظت کی؟ ٹھیک اسی طرح جب ہمارے پڑوسی کہیں باہر سفر میں جائیں تو ان کے گھر بار اور بچوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی پڑوسی کے ذمے ہے۔ خدا کا سارا نظام ایک اصول کے ساتھ چلتا ہے۔اس کے خلاف عمل کرنے پر نہ کوئی انسان محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ جنگلوں کے جانور نہ پرندے۔

(ادارہ)

معنی یاد کیجیے:

ہم سایہ	:	پڑوسی
تلقین	:	تعلیم دینا، نصیحت
منفرد	:	اکیلا، تنہا
حسن سلوک	:	اچھا برتاؤ
اندیشہ	:	خوف، کھٹکا
معاشرہ	:	سماج
افراد	:	لوگ، آدمی

سوچیے اور بتائیے:

(۱) ''ہم سایہ'' کسے کہتے ہیں، مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔

(۲) کوّے نے چڑیا کے بچوں کی کس طرح حفاظت کی، اپنی زبان میں لکھیے۔

(۳) ذیل کے لفظوں کو استعمال کر کے جملے بنائیے:

اطمینان۔ تعلیم۔ شامل۔ تعلق۔ مصروف

(۴) جس طرح 'فرد' کی جمع 'افراد' ہے اسی طرح ذیل کے لفظوں کی جمع بنائیے:

قوم۔ مرض۔ خبر۔ حکم۔ لقب۔ لفظ

☆☆☆

خواجہ احمد عباس

کھدّر کا کفن

تیس برس کی بات ہے جب میں بالکل بچّہ تھا۔ ہمارے پڑوس میں ایک غریب بوڑھی جُلاہی رہتی تھی۔ اس کا نام تو حکیمن تھا مگر لوگ حلّو کہہ کر پکارتے تھے۔ اس وقت شاید ساٹھ برس کی عمر ہوگی، جوانی میں ہی ودھوا ہوگئی تھی اور عمر بھر اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنے بچّوں کو پالا تھا۔ بوڑھی ہو کر بھی وہ سورج نکلنے سے پہلے اُٹھتی تھی۔ گرمی ہو یا جاڑا۔ ابھی ہم اپنے اپنے لحافوں میں دُبکے پڑے ہوتے کہ اس کے گھر سے چکّی کی آواز شروع ہو جاتی۔ دن بھر وہ جھاڑو دیتی، چرخہ کاتتی، کپڑا بنتی، کھانا پکاتی، اپنے لڑکے لڑکیوں پوتے نواسوں کے کپڑے دھوتی۔ اس کا گھر بہت ہی چھوٹا تھا۔ ہمارے اتنے بڑے آنگن والے گھر کے مقابلے میں وہ جوتے کے ڈبّے جیسا لگتا تھا۔ دو کوٹھریاں، ایک پتلا سا دالان اور نام کے واسطے دو تین گز لمبا چوڑا صحن وہ اتنا صاف ستھرا اور ایسا لپا پتا رکھتی تھی کہ سارے محلّے میں مشہور تھا کہ حلّو کے گھر کے فرش پر کھیلین بکھیر کر کھا سکتے ہیں۔

صبح سویرے سے لے کر رات گیے تک وہ کام کام کرتی تھی۔ پھر بھی جب کبھی حلّو ہمارے گھر آتی ہم اسے ہشّاش بشّاش ہی پاتے۔ بڑی ہنس مکھ تھی وہ۔ مجھے اس کی صورت اب تک یاد ہے۔ گہرا سانولا رنگ جس پر اسکے سفید بگلا سے بال خوب کھلتے تھے.....اس کی کاٹھی بڑی مضبوط تھی۔ اس کی کمر مرتے دم تک نہیں جھکی۔ آخری دنوں میں کئی دانت ٹوٹ گیے تھے جس سے بولنے میں پوپلے پن کا انداز آ گیا تھا۔ بڑے مزے کی باتیں کرتی تھی اور جب بچّے اسے گھیر لیتے تو کبھی تین شہزادوں، کبھی سات شہزادوں، کبھی جنوں اور پریوں کی کہانی سناتی....وہ پردہ نہیں کرتی تھی۔ اپنا سارا کاروبار خود چلاتی تھی۔ حلّو پڑھی لکھی بالکل نہیں تھی۔ نہ اُس نے عورتوں مردوں کی برابری کا اصول سُنا تھا، جمہوریت نہ اشتراکیت کا، پھر بھی حلّو نہ کسی مرد سے ڈرتی تھی نہ کسی امیر، رئیس، افسر یا داروغہ سے ڈرتی تھی۔

حلّو نے عمر بھر محنت کر کے اپنے بال بچوں کے لیے تھوڑے بہت پیسے جمع کیے تھے۔ بے چاری نے بینک کا تو نام بھی نہ سنا تھا۔ اس کی ساری پونجی (جو شاید دو سو روپے ہو، چاندی کے گہنوں کی شکل میں اس کے کانوں گلے اور ہاتھوں میں پڑی ہوئی تھی)۔ چاندی کی بالیوں سے اُس کے جھکے ہوئے کان مجھ اب تک یاد ہیں۔ ان گہنوں کو وہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھی، کیوں کہ یہ ہی اُس کے بڑھاپے کا سہارا تھا۔ مگر ایک دن سب محلّے والوں نے دیکھا نہ حلّو کے کان میں بالیاں ہیں، نہ اس کے گلے میں ہنسلی نہ اس کے ہاتھوں میں کڑے اور چوڑیاں۔ پھر بھی اس کے چہرے پر وہی پرانی مسکراہٹ تھی اور کمر میں نام کو بھی خم نہیں۔

ہوا یہ کہ ان دنوں مہاتما گاندھی، علی برادران کے ساتھ پانی پت آیے۔ ہمارے نانا کے مکان میں انھوں نے تقریریں کیں۔ ترک موالات اور سوراج کے بارے میں حلّو بھی ایک کونے میں بیٹھی ہوئی سنتی رہی۔ بعد میں چندہ جمع کیا تو اس نے اپنا سارا زیور اتار کر ان کی جھولی میں ڈال دیا اور اسکی دیکھا دیکھی اور عورتوں نے بھی اپنے اپنے زیور اتار کر چندے میں دے دیے۔

اس دن سے حلّو ''خلافتی'' ہوگئی۔ ہمارے ہاں آ کر نانا ابّا سے خبریں سنا کرتی اور اکثر پوچھتی ''یہ انگریزوں کا راج کب ختم ہوگا؟'' خلافت یا کانگریس کے جلسے ہوتے تو ان میں بڑے چاؤ سے جاتی اور اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق سیاسی تحریک کو سمجھنے کی کوشش کرتی۔ مگر عمر بھر کی محنت سے اس کا جسم کھوکھلا ہو چکا تھا۔ پہلے آنکھوں نے جواب دیا، پھر ہاتھ پاؤں نے۔ حلّو نے گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ مگر چرخہ کا تنانہ چھوڑا۔ عمر بھر کی مشق کے سہارے آنکھوں کے بغیر بھی وہ کپڑا بن لیتی۔ بیٹوں پوتوں نے منع کیا تو اس نے کہا کہ وہ یہ کھدّر اپنے کفن کے لیے بن رہی ہے۔

پھر حلّو مر گئی۔ اس کی آخری وصیت یہ تھی کہ ''مجھے میرے بنے ہوئے کھدّر کا کفن دینا۔ اگر انگریزی کپڑے کا دیا تو میری روح کو کبھی چین نصیب نہ ہوگا۔'' ان دنوں کفن لٹھے کے دیے جاتے تھے کھدّر کا پہلا کفن حلّو کو ہی ملا۔ اس کا جنازہ اٹھا تو اس کے چند رشتے دار اور دو تین پڑوسی تھے۔ نہ جلوس نہ پھول نہ جھنڈے۔ بس ایک کھدّر کا کفن۔

(این۔سی۔ای۔آر۔ٹی)

معنی یاد کیجیے:

ودھوا	:	بیوہ
صحن	:	آنگن
ہشّاش بشّاش	:	خوش وخرم
ترک موالات	:	عدم تعاون، حکومت سے تعاون نہ کرنا
چاؤ	:	شوق، دل چسپی

سوچیے اور بتائیے:

(۱) حکّو کون تھی، اس کا اصل نام کیا تھا؟

(۲) اس افسانے میں حکّو کی کیا کیا خوبیاں بتائی گئی ہیں؟

(۳) حکّو نے اپنے زیور کیوں دے دیے؟

(۴) کہانی میں حکّو کو ''خلافتی'' کیوں کہا گیا ہے؟

(۵) حکّو کی آخری وصّیت کیا تھی؟

(۶) کہانی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

نیچے لکھے ہوئے جملوں کو مکمل کیجیے:

(۱) ہمارے پڑوس میں ایک................جلاہی ....تھی۔

(۲) صبح سویرے سے لے کر ....تک وہ................کرتی تھی۔

(۳) اس کی کاٹھی بڑی................تھی

(۴) ان دنوں مہاتما گاندھی............کے ساتھ............آیے۔

(۵) اس دن سے حکّو............ہوگئی۔

(٦) حکّو کا جنازہ اٹھا تو اس کے چند............اور............تھے۔

(۷) نہ جلوس نہ............نہ............بس ایک............۔

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنائیے:

صحن۔ بچہ۔ شہزادوں۔ پریوں۔ رئیس۔ چوڑیاں۔ جلسے

عملی کام:

کہانی ''کھدر کا کفن'' کے جن جملوں میں علامت فاعل ''نے'' کا استعمال ہوا ہے، انہیں اپنی کاپی میں نقل کیجیے۔

☆☆☆

خدمتِ خلق

خدمت کا مطلب ہے دوسروں کی ضروریات میں کام آنا اور ان کو فائدہ پہنچانا۔کہا جاتا ہے کہ ''خدمت سے خدا ملتا ہے اور عبادت سے جنت''۔جس کو خدا مل گیا اس کو دنیا وآخرت کی ہر نعمت مل گئی۔دنیا میں ان گنت انسان پیدا ہوئے اور مرے بھی۔مگر ان میں سے صرف لوگوں کی خدمت کرنے والوں کا نام ہی ہمیشہ یاد رکھا جایے گا۔

نیک نیتی سے بلا معاوضہ اللہ کے بندوں کی خدمت کرنے کو خدمت خلق کہتے ہیں۔بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، مریض کی تمارداری کرنا اور ننگے کو کپڑے پہنانا ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا ہی خدمت خلق ہے۔رنجیدہ اور غم زدہ انسانوں کے رنج وغم کو دور کرنا بھی خدمتِ خلق کہلاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کسی گاؤں میں ایک شخص رہا کرتا تھا جس کا نام فرحان تھا۔وہ کھیتی باڑی کا کام کیا کرتا تھا۔تاہم وہ غریب تھا۔وہ اور اس کی بیوی مشکل سے اپنا گزارہ کیا کرتے تھے۔بعض اوقات ایک ایک دو دو دن بھوکے بھی رہتے تھے۔باوجود غریب ہونے کے ان میں یہ خوبی تھی کہ وہ کبھی کسی بے سہارا انسان کی دل شکنی نہیں کرتے تھے۔دکھ درد میں مبتلا ہر آدمی کی مدد و خدمت کرتے تھے۔بھوکے پیاسے کسی ضرورت مند کو اپنے دروازے سے بغیر کچھ دیے واپس نہیں کرتے تھے۔وہ اپنا پیٹ بھر کر اتنا خوش نہیں ہوتے تھے جتنا کسی محتاج کو کھلا کر۔ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کھانے کے واسطے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔فرحان صبح سویرے ہل چلانے کے لیے چلا گیا۔اس کی بیوی حیران تھی کہ آج کیا پکا کر فرحان کے لیے لے جاؤں گی۔آخر وہ ایک پڑوس کے پاس گئی اور اس سے تھوڑا سا آٹا ادھار مانگا مگر پڑوسن نے انکار کر دیا۔پھر وہ دوسری پڑوسن کے پاس گئی تو اس نے اٹا ادھار دے دیا۔فرحان کی بیوی نے اس کی دو روٹیاں پکائیں اور دل ہی دل میں کہا کہ دونوں روٹیاں فرحان کے لیے لے جاؤں گی۔خود بھوکی ہی گزارہ کرلوں گی۔وہ جانے کے لیے تیار ہی تھی کہ ایک فقیر نے آ کر سوال کیا کہا:

''میں کئی روز سے بھوکا ہوں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔خدا کے واسطے مجھے ایک روٹی دے دو''

تو فرحان کی بیوی نے ان دو روٹیوں میں سے ایک فقیر کو دے دی اور ایک اپنے شوہر کے پاس لے گئی۔فرحان ہاتھ منہ دھو کر روٹی کھانے والا تھا کہ اتنے میں ایک مسافر آ گیا اور کہنے لگا "میں راستہ بھول گیا ہوں اور رات سے بھوکا ہوں اگر آپ مجھے کچھ کھانے کو دیں تو میں آپ کا یہ احسان عمر بھر فراموش نہ کروں گا۔" فرحان نے فوراً وہ روٹی مسافر کو دے دی اور خود اسی طرح ہل چلانے میں مشغول ہو گیا۔

خدا کی قدرت اچانک ایک جگہ ہل زمین میں پھنس گیا۔فرحان نے بیلوں کو پیچھے ہٹا کر دیکھا تو ایک لوہے کا ٹکڑا سا نظر آیا۔اس نے پاؤں کی ٹھوکر سے اس ٹکڑے کو ایک طرف پھینکنا چاہا مگر وہ بہت بھاری معلوم ہوا۔اب تو اس نے اطمینان سے بیٹھ کر اس سے مٹی ہٹائی۔مٹی ہٹانے سے پتہ چلا کہ یہ ایک دیگ ہے جو کہ زر و جواہر سے پُر ہے۔ اب تو میاں بیوی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔انہوں نے تمام روپیہ وغیرہ وہاں سے نکال لیا۔اگلے دن دولت کا نصف حصہ فقیروں اور غریبوں میں بانٹ دیا اور نصف حصہ خود رکھا۔

اس طرح وہ ایک امیر کبیر اور دولت مند آدمی بن گیا۔لیکن ان کی پہلی حالت میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا۔جب کوئی ضرورت مند اس کے پاس آتا تو فوراً اس کی مدد کو وہ تیار ہو جاتا۔بے شک جو شخص دوسروں کی مدد کرتا ہے، خدا اس کی مدد کرتا ہے۔

ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے، پر اچھا انسان نہ کسی دوسرے پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو کسی ظالم کے حوالے کرتا ہے۔جو اپنے بھائی کے کام میں لگا رہتا ہے خدا تعالیٰ اس کا کام پورا کر دیتا ہے۔جو کسی انسان کی بے چینی اور پریشانی کو دور کر دے گا۔خدائے تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بے چینی اور پریشانی کو دور کر دے گا جو کوئی انسان کسی انسان کی عیب پوشی کرے گا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد میں اس وقت تک لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد و خدمت میں مصروف رہتا ہے۔یقیناً خدا نے بعض لوگوں کو انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے لیے پیدا کیا ہے کہ صرف ضرورت کے وقت عام لوگ اپنی ضرورت پیش کریں اور وہ ان کو پورا کیا کریں۔ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خود رہیں گے اور امن وسلامتی کی زندگی بسر کریں گے۔

خدا کے بندوں کی خدمت کا صلہ دنیا میں تو اللہ دیتا ہی ہے مگر آخرت کے نفسی نفسی کے عالم میں بھی ضرور اس کا صلہ ملے گا۔مثل مشہور ہے کہ "کر بھلا ہو گا بھلا"۔

پیارے بچو! انسان کے لیے سب سے بڑی بڑی نعمت یہ ہے کہ اسے دوسروں کی خدمت کی توفیق ہو۔ ہر شخص کی دعا یہی ہونی چاہیے کہ اسے اللہ تعالیٰ ایسی طاقت عطا فرمائے کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی خدمت کر سکے۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اور دنیا میں بھی انہی لوگوں کو عزت ملتی ہے جو دوسروں کی خدمت کرتے ہیں۔ جس قدر ایک انسان دوسرے کی خدمت میں تکلیف اٹھاتا ہے، اسی قدر اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ لیکن جب تم دوسروں کی خدمت پر آمادہ ہو تو فرقِ مراتب کا لحاظ رکھا کرو یعنی یہ دیکھ لو کہ سب سے پہلے تمہاری خدمت کے مستحق کون لوگ ہیں۔ سب سے بڑھ کر تمہاری خدمت کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں۔ ماں نے اپنی راتوں کی نینداور دن کا آرام وسکون تمہاری کمزور جان کے لیے قربان کیا۔ باپ نے اپنے پسینے کی کمائی تم پر خرچ کی۔ اپنا آرام چھوڑ کر تم کو آرام پہنچایا۔ جس طرح بچپن سے جوانی تک انہوں نے تمہاری کمزور جان سے ان کی حفاظت کی پرورش اور خدمت کی، لازماً تمہارا بھی فرض بنتا ہے کہ جب تم خدمت کے قابل بن جاؤ تو دل و جان سے ان کی خدمت کرو۔ جو لوگ والدین کی خدمت نہیں کرتے وہ بدقسمت اور بدنصیب ہیں۔ جن لوگوں کو والدین کی خدمت کی توفیق حاصل ہے اور وہ ان کی خدمت کرتے ہیں، وہ خوش نصیب ہیں۔ دنیا میں والدین کی خدمت نہ کرنے والوں کو کبھی عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کو بہت ہی برا جانتا ہے اور سزا دیتا ہے، چاہے ان کے اعمال کتنے ہی نیک کیوں نہ ہوں۔

والدین کے بعد بہن، بھائی، استاد اور دوسرے رشتہ داروں کی خدمت فرض ہے ۔ اس کے بعد ضرورت مندوں، محتاجوں کی خدمت، ہمسایوں کا حق دوسرے لوگوں میں سب سے بڑھ کر ہے۔

الغرض خدا کو راضی کرنے کے لیے خدا کی مخلوق کی خدمت میں انسان لگا رہے۔ اس لیے مثل مشہور ہے۔ ''نیکی کر دریا میں ڈال اس کی فکر نہ کر کہ اس کے بدلے میں تجھے کچھ ملے گا یا نہیں۔

تم بھی اپنی زندگی کا اصول بنانا کہ جیو تو دوسروں کے لیے جیو اپنے لیے کیا جینا؟'' پاس پڑوس، آشنا، نا آشنا، ہر دکھیارے کے کام آنا۔ (ادارہ)

معنی یاد کیجیے:

بلامعاوضہ	:	محنتانہ کے بغیر
خدمتِ خلق	:	لوگوں کی خدمت
فراموش کرنا	:	بھولنا
جواہر	:	جوہر کی جمع
نصف	:	آدھا
تغیّر	:	تبدیلی
عیب پوشی	:	عیب چھپانا
فرقِ مراتب	:	مرتبوں میں فرق
اعمال	:	عمل کی جمع یعنی بہت سے عمل
آشنا	:	جان پہچان

سوچیے اور بتائیے:

(۱) خدمت گزار آدمی کو عزت کی نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟

(۲) فرحان اور اس کی بیوی نے کون سی خدمتِ خلق انجام دی؟ اور اس کے بدلے میں انہیں کیا ملا؟

(۳) کون کون سے کام ایسے ہیں جن کا شمار خدمتِ خلق میں کیا جاتا ہے؟

(۴) بہت امیر ہو جانے کے باوجود فرحان کی زندگی میں کوئی تبدیلی کیوں نہیں آئی؟

☆☆☆

کھیلوں کی کہانی

کھیل ہماری زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ بچّے ہوں یا بڑے ہر ایک کو ورزش کی ضرورت ہے۔ بچّوں کی نشو ونما کے لیے اور ان کی صحت وتندرستی کے لیے کھیل کود سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ صبح سے شام تک کام کرنے کے بعد ہمارا جسم اور دماغ تھک جاتا ہے۔ جسم اور دماغ کو اس تھکن سے نجات دلانے کے لیے کھیل بہترین ذریعہ ہے۔ اسی لیے ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں طرح طرح کے کھیل دکھایے جاتے ہیں۔ کھیل کی دو قسمیں ہیں: ایک جسمانی اور ایک دماغی کھیل۔ دماغی کھیل دماغ کو تروتازہ اور چاق وچوبند رکھتا ہے جبکہ جسمانی کھیل میں چستی پیدا ہو جاتی ہے۔

دماغی کھیل میں وہ چھوٹے چھوٹے کھیل شامل ہیں جنہیں ایک جگہ بیٹھ کر کھیلا جاتا ہے جیسے تاش، لوڈو، کیرم اور شطرنج وغیرہ ہیں۔ ان تمام کھیلوں میں شطرنج کو شاہی کھیل سمجھا جاتا ہے۔ پچھلے زمانے کے بادشاہ اس کھیل کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ ہندوستان میں مغلیہ دورِ حکومت میں اس کھیل کو بہت عروج حاصل ہوا۔ اکبر بادشاہ کا یہ پسندیدہ کھیل تھا۔ آج اس کھیل میں سب سے زیادہ شہرت ہندوستان نے حاصل کی ہے۔ یہ کھیل دو آدمی کھیلتے ہیں۔ اسے سب سے بڑا دماغی کھیل سمجھا جاتا ہے۔

لوڈو بچے بڑے شوق سے کھیلتے ہیں۔ اس میں چار آدمی تک کھیل سکتے ہیں۔ تاش دنیا کے ہر علاقہ میں کھیلا جاتا ہے۔ مگر یہ کھیل انگلستان والوں کی ایجاد ہے۔ آج کل ریل گاڑیوں میں یہ کھیل وقت گزارنے کے لیے کھیلا جاتا ہے۔ مگر اس کھیل سے دماغی ورزش بھی ہوتی ہے۔

انسان نے اپنی تفریح کے لیے فضا سے لے کر سمندر کی تہہ تک کو نہیں چھوڑا، تیراکی بھی ایک کھیل ہی ہے اور یہ بہترین ورزش بھی ہے۔ پھیپھڑوں اور پورے جسم کی ورزش کے لیے اس سے بہترین اور کوئی کھیل نہیں ہے۔ تیرنے کے لیے اب وقت کی قید نہ رہی۔ سخت سردی اور سخت گرمی میں بھی تیراکی کے شوقین اس مشغلے سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں۔ اب تیرنے والوں کے لیے گرم پانی کے تالابوں کا انتظام بھی موجود ہے۔ اس کے باقاعدہ مقابلے بھی ہوتے ہیں۔

برف پر پھسلنا بھی آج کا مقبول کھیل ہے۔اسے انگریزی میں اسکیٹنگ کہتے ہیں۔گرمیوں کے زمانے میں جب برف نہیں ہوتی، کھلاڑی مصنوعی برف کا لان بنا کر کھیلتے ہیں۔اسکیٹنگ کے لیے اب برف کی بھی قید نہیں رہی ہے۔ اب اسکیٹنگ فرش پر بھی شروع ہوگئی ہے۔میدانی علاقوں میں جہاں برف کا وجود نہیں ہوتا اسکیٹنگ ہال بنے ہوئے ہیں جن میں برف پر تو پھسلا نہیں جاتا۔البتہ پیروں میں اسکیٹ (پہیے والے جوتے) باندھ کر پھسلا جاتا ہے۔

آج کل اسکیٹنگ کے لیے آسٹریا اور سوئزرلینڈ بہت مشہور ہیں۔دنیا کے ہر حصے سے سیاح وہاں ان کھیلوں کو دیکھنے اور لطف اندوز ہونے کے لیے جاتے ہیں۔

برف پر ہاکی بھی کھیلی جاتی ہے اور اب اس کھیل میں کافی دلچسپی لی جانے لگی ہے۔کناڈا میں یہ کھیل بہت پسند کیا جاتا ہے۔

کشتی رانی کا فن بھی ایک کھیل بن گیا ہے۔پرانے زمانے میں ایک جگہ سے دوسرے جگہ جانے کے لیے کشتی کا استعمال ہوتا تھا، لیکن اب اسے کھیل اور تفریح کے لیے ایک اچھا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔کشتی رانی کے مقابلے بھی اب زور شور سے ہونے لگے ہیں۔یورپ کے ممالک اس میں بہت دلچسپی ظاہر کر رہے ہیں۔

دنیا میں بہت زیادہ کھیلے جانے والے کھیل وہی ہیں، جو گیند سے کھیلے جاتے ہیں۔ان کی تاریخ بھی کافی پرانی ہے۔ایک زمانہ وہ تھا جب گیند سے کوئی واقف نہیں تھا۔لیکن اس زمانے میں بھی لوگ اسی قسم کے کھیل ضرور کھیلتے تھے۔اس زمانے میں گیند کی جگہ پتھر استعمال کیے جاتے تھے۔آج بھی زمانہ اتنی ترقی کرنے کے باوجود بچے کاغذ سے اور کپڑے سے گیند بنا کر کھیلتے ہیں۔

گیند کے کھیلوں میں سب سے پرانا کھیل پولو ہے۔یہ ڈنڈے اور گیند سے کھیلا جاتا ہے۔پولو کھیلنے والے گھوڑوں پر بیٹھ کر ایک ہاکی نما لکڑی سے کھیلتے ہیں۔پولو تبت کا سب سے پرانا کھیل سمجھا جاتا ہے۔تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہ کھیل ایران سے شروع ہوا تھا اور وہاں سے مصر، ہندوستان اور چین پہنچا۔انگریزوں نے جب دیکھا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے لوگ اسے کھیلتے ہیں تو اسے اپنا لیا۔اس کھیل میں عام طور سے چار چار آدمی کی دو ٹیمیں بنائی جاتی ہیں۔ کھلاڑی گھوڑوں پر بیٹھتے ہیں۔یہ کھیل آٹھ آٹھ منٹ کے سات چکروں پر ختم ہوتا ہے۔ہر دو چکروں کے درمیان تین منٹ کا وقفہ ہوتا ہے اور دونوں ٹیمیں اس کوشش میں لگی رہتی ہیں کہ کسی طرح دوسری طرف گول کر دیا جائے۔

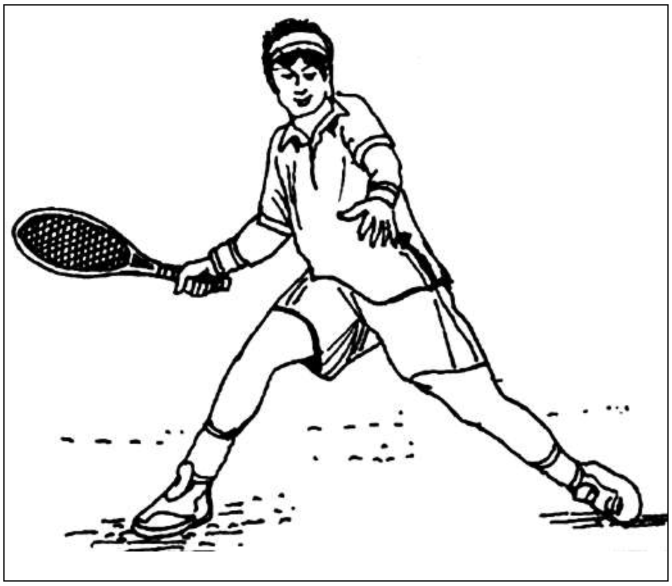

ایک دوسرا پرانا کھیل ہے ٹینس، جو آج بھی اتنا ہی مقبول ہے جتنا پہلے تھا۔ پہلے پہل یہ کھیل فرانس میں کھیلا جاتا تھا۔ اس کھیل کی نقل کمرے میں بھی کی گئی اور اس کے نتیجے میں ٹیبل ٹینس ایجاد ہوا۔ اسے دو سے لے کر چار کھلاڑیوں تک کھیلتے ہیں (سنگلز میں دو اور ڈبل میں چار) ٹیبل ٹینس میں آلو کے برابر گیند ہوتی ہے۔ میز کے بیچ میں جال لگا ہوا ہوتا ہے اور لکڑی کا چھوٹا سا بلاّ ہوتا ہے جس سے کھیلتے ہیں۔

اب تک جو کھیل گنائے گیے ہیں ان میں موجودہ دور کے وہ کھیل شامل نہیں جو ٹیمیں بنا کر کھیلے جاتے ہیں۔ یوں تو ہر کھیل کے لیے ٹیمیں بنتی ہیں، مگر یہ کھیل ایسے ہیں جن میں بڑی بڑی ٹیمیں بنتی ہیں۔ ان کھیلوں میں کرکٹ، فٹ بال، ہاکی، والی بال، بیس بال وغیرہ شامل ہیں۔

کرکٹ انگلستان کا شاہی کھیل ہے۔ کرکٹ کی ابتدا میں بولر درخت کی ایک شاخ کو وکٹ مان کر نشانہ بناتے تھے۔ سترھویں صدی میں اس کھیل سے لوگ بے زار ہو گیے۔ ۱۶۶۵ء میں اسے غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ ۱۷۹۱ء میں لندن میں وائٹ کلب کے ممبروں نے ایم سی سی کی بنیاد ڈالی۔ انیسویں صدی میں کرکٹ انگلستان سے باہر گیا اور دوسرے ملکوں میں کھیلا جانے لگا۔ اب یہ بہت سے ملکوں میں کھیلا جاتا ہے۔ اس کھیل نے دیکھنے والوں کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔

برطانیہ کے علاوہ نیوزی لینڈ، ویسٹ انڈیز، اسٹریلیا، ہندوستان، پاکستان ، ساؤتھ افریقہ، بنگلادیش وغیرہ اس کھیل میں مشہور ہوئے ہیں۔ اس کھیل میں گیارہ گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ جاڑوں کے زمانے میں ہندوستان کے کونے کونے میں اس کا نظارہ عام ہو جاتا ہے۔

ٹیموں کے کھیلوں میں دوسرا مشہور کھیل فٹ بال ہے۔فٹ بال ایسوسی ایشن ۱۸۶۳ء میں قائم ہوئی تھی، جس نے اس کھیل کے طریقوں کے بارے میں فیصلہ کیا تھا۔اس وقت فٹ بال کی ٹیم میں گول کیپر، ایک فل بیک، ایک ہاف بیک اور ۸رکھلاڑی ہوتے تھے۔ٹیم کی موجودہ شکل ۱۸۸۳ء میں بنی یعنی اک گول کیپر، دوفل بیک، تین ہاف بیک اور پانچ فارورڈ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ یہ کھیل روس، ایران، افغانستان، ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ کئی ملکوں میں بہت کھیلا جاتا ہے۔اب تو دنیا کے تقریباً سبھی ملک اس میں دل چسپی لے رہے ہیں۔ ہندوستان میں بنگال، اڈیشا، آندھراپردیش اور دہلی کی ٹیمیں اس کھیل میں مشہور ہیں۔

ہاکی ایران کا قومی کھیل تھا،مگر ایران سے ہندوستان آیا اور ہندوستان ہی کا ہوکر رہ گیا اور یہاں کا قومی کھیل بنا۔ ایران میں اب اس کی اتنی اہمیت نہیں رہی۔ ہندوتان اور پاکستان میں اس کے مانے ہوئے کھلاڑی تھے۔لیکن اب جرمنی، اسٹریلیا، ارجنٹینا، اور دوسرے ممالک آگے بڑھنے لگے ہیں۔ہاکی میں گیارہ گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ پانچ فاروارڈ، تین ہاف بیک، دو بیک اور ایک گول کیپر۔ ہاکی کا بلّہ دوانچ سے زیادہ چوڑا نہیں ہونا چاہیے۔اس طرح اس کا وزن بھی ۱۸رآونس مقرر ہے۔

والی بال اور باسکٹ بال بھی اب کافی رائج ہو چکے ہیں۔ان کی گیند بھی فٹ بال کی گیند کے برابر ہوتی ہے۔ یہ دونوں کھیل بھی ہاتھوں سے کھیلے جاتے ہیں۔ان کھیلوں کے علاوہ بیڈمینٹن بھی عام ہورہاہے۔اس میں چار کھلاڑی تک کھیل سکتے ہیں۔

امریکہ کا اولین قومی کھیل بیس بال ہے۔ یہ ایسی گیند سے کھیلا جاتا ہے جس پر چمڑے کا غلاف چڑھا ہوتا ہے۔اس طرح مختلف ملکوں میں مختلف کھیل قومی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہمارے ہندوستان کے گاؤں گاؤں میں کھیلے جانے والے کھیل مثلاً کبڈی، کھو کھو، گلی ڈنڈا، اسکپنگ، پوچی وغیرہ عوام میں مقبول ہیں۔

کھیلوں کی مقبولیت کے پیش نظر دنیا کی زیادہ تر ملکوں میں اب کھیلوں کی الگ وزارت بھی قائم ہو چکی ہے جو ان کھیلوں کی ترقی کے لیے کوشاں نظر آتی ہے۔

معنی یاد کیجیے:

تیراکی	:	پانی میں تیرنا
لطف اندوز ہونا	:	مزے لینا
ابتداء	:	شروع
وزارت	:	منسٹری
کوشاں	:	کوشش کرنے والا، یا کوشش کرنے والی

سوچیے اور بتائیے:

(۱) کھیل کتنی قسم کے ہوتے ہیں؟

(۲) پرانے زمانے میں فرانس میں کون سا کھیل بہت مقبول تھا؟

(۳) گھریلو کھیلوں میں سب سے مشہور کھیل کون سا ہے؟

(۴) اسکیٹنگ کتنی طرح کی ہوتی ہے؟

(۵) کریکٹ کی ابتدا کس ملک سے ہوئی اور وہ کس طرح کھیلا جاتا ہے؟

عملی کام:

ہندوستان میں اور کون کون سے کھیل کھیلے جاتے ہیں جن کا ذکر اس سبق میں نہیں ہے؟ اپنے استاد کی مدد سے ان کھیلوں پر ایک مضمون لکھیے۔

☆☆☆

دھرما کی قربانی

محمود بالیسری

JEQ5E5

صوبۂ اڈیشا آج سے کئی سو سال قبل اُتکل کے نام سے پکارا جاتا تھا، جہاں راجہ نرسنگھ دیو کی حکومت تھی۔ ایک دن راجہ کو ایک ایسا مندر تعمیر کرنے کا خیال آیا جو فنِ سنگ تراشی کا شاہکار ہو اور وہ ایک تیرتھ بن جائے جسے دیکھنے کے لیے ساری دنیا سے لوگ یہاں آتے رہیں۔ راجہ کے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سنگ تراش ویشو مہارنا کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ویشو مہارنا اپنے بارہ سو فن کاروں کے ساتھ سمندر کے کنارے چندر بھاگا کے قریب اس مندر کی تعمیر میں جٹ گیا۔ یہ مندر بعد میں کونارک کے سوریہ مندر کے نام سے موسوم ہوا۔ راجہ نرسنگھ دیو ایک حکم نامہ جاری کیا جس کی رو سے کوئی بھی سنگ تراش مندر مکمل ہونے سے قبل اپنے گھر واپس نہیں جا سکتا۔ یہ مندر بارہ سال میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس کی تکمیل سے دھرم پد کی قربانی کی کہانی وابستہ ہے۔

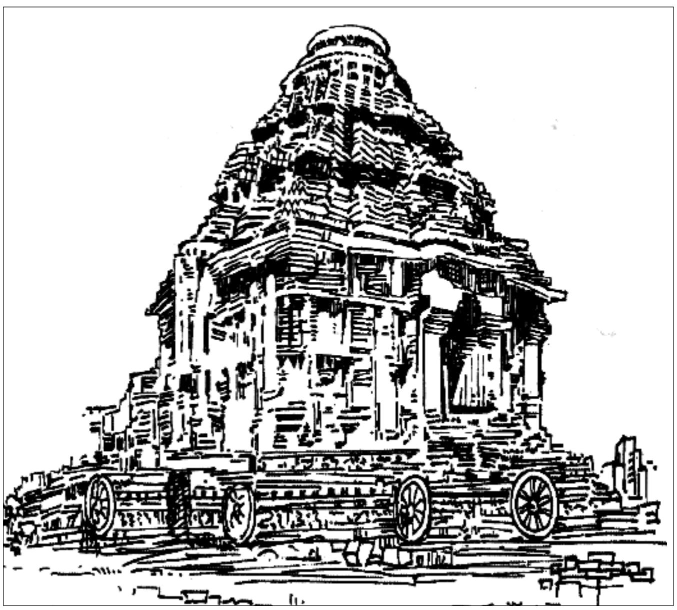

ویشو مہارنا جب مندر کی تعمیر کے لیے گھر چھوڑ کر چندر بھاگا گیا، اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی۔ اس کے چندر بھاگا جانے کے بعد ایک چاند سا خوبصورت بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام اس کی ماں نے دھرم پد رکھا۔ مندر کی تعمیر مکمل ہونے سے قبل ویشو مہارنا گھر واپس نہیں آ سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ ماں کے کندھوں پر دھرم پد کی تعلیم اور تربیت کی ذمہ داری آن پڑی۔ دھرم پد کو اس کی ماں ''دھرما'' کہہ کر پکارتی تھی۔ دھرما بڑھنے لگا اور پھر پانچ سال کا ہو گیا۔ گاؤں کی چاٹ شالی (اسکول) میں اس کا نام لکھوا دیا گیا اور وہ روزانہ چاٹ شالی جاتا رہا۔ وہ بڑا ذہین تھا۔ بچپن ہی سے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو تراش کر کھلونے کا مندر بناتا تھا، جسے دیکھ کر لوگوں کو اس کی غیر معمولی ذہانت کا قائل ہونا پڑتا تھا۔ چاٹ شالی میں بھی پڑھنے میں وہ سبھوں سے آگے تھا۔ اسے چاٹ شالی کے استاد اور بچے

چاہتے تھے۔لیکن چندلڑکے ایسے تھے جواس سے جلتے تھے۔ایک دن نیچے گرے ہوۓ پینسل کو اٹھانے کی معمولی سی بات پر ایک جھگڑا کھڑا ہو گیا اور دو چار لڑکے اس کا مذاق اڑانے لگے۔ان لوگوں نے کہا کہ دھرما کا باپ نہیں ہے۔وہ بے باپ کی اولاد ہے۔اس بات پر دھرما کو کوفت سی ہوئی۔اس کا دل ٹوٹ گیا۔وہ جب گھر واپس آیا تو اس کی ماں اسے غم زدہ دیکھ کر اس کا سبب دریافت کرنے لگی۔اس نے کہا کہ اس کے اسکول کے چند ساتھی اسے پریشان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اس کا کوئی باپ نہیں ہے۔اس پر اس کی ماں بپھر گئی اور کہنے لگی تو اسی بات پر غمزدہ ہے؟ اُتکل میں جتنے مندر اور قلعے بنے ہیں ان کی تعمیر تیرے آبا و اجداد کے ہاتھوں ہی پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے۔ہمارے خاندان کو اس پر فخر ہے تیرے باپ بھی آج کل چندر بھاگا میں کونارک کے سوریہ مندر کی تعمیر کے لیے گیے ہویے ہیں۔تمام سنگ تراشوں میں وہ سب سے بڑے سنگ تراش ہیں۔راجہ کے حکم نامہ کی وجہ سے وہ اب تک گھر واپس نہیں آسکے۔یہ مندر جب تک مکمل نہیں ہو جاتا وہ واپس نہیں آسکتے۔کون کہتا ہے کہ تیرا باپ نہیں ہے؟ تو تو ایک ایسے باپ کا بیٹا ہے جس پر اتکل کے لوگ ناز کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

''ماں! میں اپنے باپ سے ملنے چندر بھاگا جاؤں گا''۔دھرما نے کہا۔

''نہیں بیٹے! تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔اتنا لمبا سفر طے کرنا تمہارے لیے مشکل ہوگا''اس کی ماں نے کہا۔

اس پر دھرما خاموش ہو گیا۔

اسی طرح دن گذرتے گیے اور جب دھرما بارہ سال کا ہو گیا تو وہ پھر ماں سے ضد کرنے لگا کہ وہ اپنے باپ سے ملنے چندر بھاگا ضرور جایے گا۔ماں اس کی ضد پر خاموش ہوئی اور اس نے جانے کی اجازت دے دی۔دھرما جب سفر کے لیے تیار ہو گیا تو ماں نے اسے درخت سے بیر توڑ کر دیتے ہویے کہا کہ وہ اسے اپنے پاس رکھ لے، کیونکہ راستے میں اس کی ضرورت پڑے گی۔اس کے علاوہ جب وہ چندر بھاگا پہنچے گا اس بیر کو دیکھ کر اس کا باپ اسے پہچان جایے گا کیونکہ اس قسم کے بیر سوائے ان کے گھر کے کہیں اور نہیں ہوتے۔

دھرما اپنی ماں سے آشیرواد لے کر چندر بھاگا کے سفر پر نکل پڑا اور اس طویل راستے کو طے کرنے کے بعد جب وہ چندر بھاگا کے قریب پہنچا تو جھاؤ کے درخت سے سرسراتی ہوئی ہوائیں، ریت کے ٹیلوں اور سمندر کی لہروں کی آوازیں اسے مسرور کرنے لگیں۔سمندر کے ساحل پر سوریہ مندر کی خوبصورت عمارت پر اس کی نظر پڑی۔وہ سوچ رہا تھا کہ بارہ سو سنگ تراشوں کے ہجوم میں کیسے اپنے باپ کو پہچان سکے گا۔لیکن اسے اپنے باپ کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔دریافت کرنے پر ایک سنگ تراش اسے اس کے باپ کے پاس لے گیا۔دھرما نے گھر سے

لایا ہوا بیر باپ کو دیا اور گھر کے حالات سنانے لگا۔ ویشو مہارنا اپنے بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہ بہت دنوں سے اپنے بیٹے کو دیکھنے کی تمنا رکھتا تھا لیکن راجہ کے حکم کی وجہ سے وہ آج تک گھر نہیں جا سکا تھا۔ نوزائیدہ بچہ اب بارہ سال کا ہو گیا تھا۔ اسے بڑی خوشی ہوئی۔ وہ اپنے بیٹے کو سوریہ مندر کے اردگرد جا کر فنِ تعمیر سے روشناس کراتے ہوئے کہا:

''یہ مندر سوریہ دیوتا کے نام پر تعمیر کیا گیا ہے۔ بارہ سو سنگ تراش دن رات بارہ سال سے کام کرتے رہے ہیں۔ یہ مندر ایک رتھ کی شکل میں بنایا گیا ہے۔ اب یہ پائیہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے سوائے ایک کام جو ابھی تک نہیں ہو رہا ہے۔ راجہ کی تنبیہ ہے کہ جلد اسے مکمل کیا جائے تاکہ اس کا جشنِ افتتاح ہو سکے۔ بہر حال یہ مندر اب تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔ صرف کلس کا کام باقی ہے۔ یہ کام اس قدر دشوار ہے کہ کئی دن سے ہم کوشش کر رہے ہیں لیکن اب تک ہمیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ کل ہی راجہ کا ایک حکم نامہ جاری ہوا ہے کہ اگر تین دن کے اندر یہ کام مکمل نہیں ہوا تو بارہ سو سنگ تراشوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ آج ہم سنگ تراشوں کی ایک میٹنگ ہونے والی ہے۔ سوچ بچار کرنے کے لیے مجھے تو کامیابی کی امید کم نظر آتی ہے۔

باپ کی بات سن کر دھرم پد غم گین ہو گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا باپ اور برادری کے دوسرے سنگ تراشوں کی بدنامی ہو اور انہیں موت کی سزا دی جائے۔ باپ سے اس نے میٹنگ میں شرکت کی اجازت لے لی۔

میٹنگ میں بہت سے خیالات ظاہر کیے گیے اور تجویزیں آئیں۔ لیکن کوئی بھی تجویز تسلی بخش نہیں پائی گئی۔ آخر میں دھرما نے ایک تجویز پیش کی اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے آپ کو اس کام کے لیے پیش کیا۔ اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا:

''میں یہ کام بڑی آسانی سے انجام دے سکتا ہوں۔ میری کم عمری پر آپ لوگ نہ جائیں اور مجھے یہ کام سونپ دیں۔ میں اسے انجام تک پہنچا دوں گا۔''

سنگ تراشوں کو دھرما کی بات پر تعجب ہوا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ اس کام کو انجام دے دے گا جبکہ بڑے بڑے تجربہ کار سنگ تراش ناکام رہے ہیں؟ احساسِ کمتری ان پر غالب آ گیا۔ وہ اسے ناممکن سمجھنے لگے۔ ایک سنگ تراش نے کہا'' ہمیں اپنے آپ پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے۔ ویسے ہم ناکام بھی رہے ہیں۔ اس بچہ کو ایک موقع دینا چاہیے۔

''اگر ایسا ہوا تو ہم بدنام ہو جائیں گے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جس کام کو بارہ سو تجربہ کار سنگ تراش نہ کر پایے اسے ایک نا تجربہ کار بچہ انجام دے سکا، تو ہماری بدنامی ہوگی۔ یہ ہماری عزت کا سوال ہے۔ اس کے علاوہ یہ خبر جب راجہ تک پہنچے گی تو جانتے ہو ہمیں کیا انعام ملے گا؟ موت!'' ایک سنگ تراش نے کہا۔ آخر کار ایک بوڑھا سنگ تراش اٹھا اور کہنے لگا:

''بھائی! ہر حال میں ہماری جان خطرے میں ہے۔ اگر ایک بچہ اسی کام کو انجام دے سکتا ہے تو اسے موقع دیا جایے۔ کم از کم ہماری برادری کا نام تو رہے گا۔ یہ ادھورا مندر ہماری برادری کی پیشانی پر بدنما داغ بن کر نہ رہ جایے۔ اس لیے ہمیں یہ کام اسے سونپ دینا چاہیے۔'' بوڑھے کی اس تجویز پر سب متفق ہو گیے اور یہ کام دھرما کو سونپ دیا گیا۔

دوسرے دن صبح دھرما مندر کے ارد گرد چکر لگا کر اس کے تعمیری پہلوؤں پر گور کرتا رہا۔ مندر کے مختلف حصوں کا بغور معائنہ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ مندر کی آخری بلندی پر چڑھ گیا اور کلس کو اس کی جگہ پر بیٹھانے کی کوشش کرتا رہا۔ رات ہو گئی۔ رات بھر اس پتھر کو صحیح و سالم بیٹھانے کی کوشش میں مصروف رہا۔ ادھر بارہ سو سنگ تراش بڑی بے چینی سے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں رات بھر نیند نہیں آ رہی تھی۔ سویرے کا سورج جب افق پر نمودار ہوا اور اس کی کرنیں سیل نور کی طرح اس مندر پر بکھر گئیں تو سبھوں نے دیکھا کہ کلس اپنی جگہ مستحکم ہو گیا تھا اور دھرما بڑے فکریہ انداز میں بلندی سے نیچے اتر آیا تھا۔ اس کے باپ نے اسے خوشی سے اپنی گود میں اٹھا لیا اور دیگر سنگ تراشوں نے اسے مبارک باد دی۔ اگر چہ سنگ تراشوں کو مندر کے مکمل ہونے کے بے حد خوشی ہوئی تھی، لیکن یہ خوشی ان کی آئندہ مصیبت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لیے ان لوگوں کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر دھرما نے کہا ''کیا وجہ ہے کہ تم لوگوں کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی ہے؟''

''بھگوان کرے کے تمہاری عمر دراز ہو، تم ہماری برادری کا نام روشن کرو اور تمہارا کارنامہ ہمیشہ یادگار بنا رہے۔ پر تمہارا یہ کام راجہ سے پوشیدہ تو نہیں رہ سکتا! تم تحفہ تحائف سے نوازے جاؤ گے، لیکن یہ ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ ہمیں زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔'' ایک سنگ تراش نے کہا۔

''یہ تو اچھی بات نہیں ہوئی۔ مجھے تحائف دیے جائیں گے اور میری ہی برادری کے لوگوں کو موت کی سزا دی جایے گی؟ یہ عجوبہ رُوزگار مندر تم لوگوں نے ہی تعمیر کیا ہے۔ میں نے صرف اس کا کلس بٹھایا ہے۔ میں تعریف کے قابل نہیں ہو سکتا۔'' یہ کہتے ہویے دھرما وہاں سے چلا گیا اور سوچنے لگا ''میرے کمال کا معاوضہ یہ تو نہیں ہے کہ بارہ سو سنگ تراشوں کو موت کی نیند سلا دی جایے۔ کیوں نہ میں ان بارہ سو زندگیوں پر قربان ہو جاؤں۔'' اور ایسا ہی ہوا۔

دھرما مندر کی چوٹی پر چڑھ گیا اور کلس تک پہنچ کر مشرق سے نمودار ہوتے ہوئے سورج کو آخری بار سلام کیا اور ایک ہی چھلانگ میں سمندر کی آغوش میں چلا گیا۔

دھرما اس دنیا میں نہیں ہے لیکن مشہور کونارک مندر اب بھی خستہ حال میں موجود ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ دھرما کی قربانی نے اسے لافانی بنا دیا ہے۔ وہ امر ہے۔ اڈیشا کے بچے یہ کہانی بڑے شوق سے سنتے ہیں اور دھرما کو اب بھی یاد کرتے ہیں۔ (ماخوذ از ''اڈیشا کی لوک کہانیاں)

معنی یاد کیجیے:

سنگ تراش	:	پتھر کاٹنے والا
شاہ کار	:	سب سے اچھا کام
غیر معمولی	:	اہم / جو معمولی نہ ہو
پایۂ تکمیل	:	کسی کام کو مکمل کرنا / انجام دینا
کوفت	:	تکلیف، رنج، صدمہ
تنبیہ	:	تاکید / حکم
افتتاح	:	شروع
تجویز	:	مشورہ
احساسِ کم تری	:	چھوٹے یا کمزور ہونے کا خیال
بدنما	:	خراب دکھائی دینے والا
افق	:	آسمان کا کنارہ
پیش خیمہ	:	کسی واقعہ کی تمہید یا اس کا آثار
پوشیدہ	:	چھپا ہوا
معاوضہ	:	محنت کا بدلہ، اجرت، مزدوری

سوچیے اور بتائیے:

(۱) دھرما کون تھا؟

(۲) دھرما نے مندر کی تعمیر میں کون سی قربانی دی؟

(۳) اسکول میں اس کے ساتھی دھرما کو کیوں پریشان کرتے تھے؟

(۴) دھرما کے باپ کو مندر تعمیر کرنے میں کون سی ذمہ داری دی گئی تھی؟

(۵) ''دھرما کی قربانی'' اس کہانی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

صرف ایک جملے میں جواب دیجیے:

(۱) چندر بھاگا کہاں ہے؟

(۲) کونارک کے مندر کا اصل نام کیا ہے؟

(۳) مندر کی تعمیر میں کتنے مزدور کام کرتے رہے؟

(۴) مندر کی تعمیر کتنے دنوں میں مکمل ہوئی؟

(۵) دھرما جب اپنے باپ سے ملاقات کے لیے آیا تو بطور نشانی اس کی ماں نے اسے کون سی چیز دی تھی؟

(۶) راجا نے شروع میں تمام مزدوروں پر کون سی پابندی لگائی؟

(۷) راجا کا آخری حکم کیا تھا؟

(۸) اس کہانی سے آپ کو کیا سبق ملتا ہے؟

☆☆☆

ہمارا قومی گیت

جن گن من ادھی نایک جئے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اتکل بنگا
وندھ ہماچل یمونا گنگا
اچھل جلدھی ترنگا
تب شبھ نامے جاگے
تب شبھ آشس ماگے
گاہے تب جئے گاتھا
جن گن منگل دایک جئے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جئے ہے جئے ہے جئے ہے
جئے جئے جئے جئے ہے

☆☆☆